ترجمہ عربی اخبار المنار کا

متعلق

جواز لباس و طعام اہل کتاب

سنہ ۱۹۰۳ع

مطبوعہ انسٹیٹیوٹ پریس علیگڈھ

کیا سر سید نے مصر میں جنم لیا هی اور تهذیب الاخلاق المناز کی شکل میں ظاهر هوا هی ؟

مرحوم سر سید احمد خاں کو خدا نے عجیب دل و دماغ دیا تها ، که ایسے زمانه میں جبکه نه صرف عوام بلکه علماے اعلام اور فقهاے کرام عموما تقلید کے طارق و سائل میں جکڑے هوئے تهے ، مذهبی مسائل میں محققانه بحث شروع کی — اور جن اوهام اور تعصبات میں بزرگان ملت گرفتار تهے ، ارر اسلام کے سهل اور آسان احکام کو نهایت پیچیده اور مشکل بنا دیا تها ، اور عادت اور رسم کو مذهب اور شریعت قرار دے رکها تها ، اُس وقت وہ شیردل تقلیدی لباس اُتار کر اسلام کی اصلی صورت اور اُس کے اصلی احکام دکهانے پر مستعد هوا ، اور بلا خوف لومة لائم جمهور کے خلاف اُس نے هر عقیده اور هر مسئله کی تحقیقات شروع کی — اور شریعت کو عادت سے جدا کرنے ، اور مسلمانوں کو اوهام اور تعصبات سے نکالنے ، کے لیئے اپنی مشهور پر زور تحریریں شایع کیں — اُس وقت نه صرف عوام میں ایک تهلکه پڑگیا ، بلکه حضرات علما اور فقها ، قد کفر ، ' قد کفر ، کا شور مچانے ، اور سید کو کافر بنانے کے لیئے حرمین سے فتوے منگانے لگے — غالبا ابتدا میں جب سید نے ایسے خیالات ظاهر کرنے شروع کیئے ، ایک مسلمان بهی تمام هندوستان میں ایسا نهوگا جسنے سید سے اختلاف نه کیا هو ، یا کم سے کم اُن کے خیالات کو تعجب اور حیرت کی نظر سے نه دیکها هو *

اکثر لوگوں کو وہ زمانه یاد هوگا ، جب اُنهوں نے انگریزی لباس پهننے کو جائز ، اور اهل کتاب کے ساتهه کهانے اور اُن کے ذبیحه کو مباح بتایا تها — اور لباس کے جواز اور اباحت کی یهه وجه قرار دی تهی ، که وہ دینی امور میں سے نهیں هی بلکه رسم اور عادت میں داخل هی — شرع نے

کے لیئے کوئی حکم نہیں دیا ' نہ مسلمانوں کے لیئے کوئی خاص لباس مقرر کیا ھی — اور انگریزوں کے ساتھہ کھانا کھانے اور اُن کے ذبیحہ کی حلت قرآن مجید سے ثابت کی ھی اُس وقت تمام علما نے اُس کی تردید کی — اور من تشبہ بقوم کی حدیث سے انگریزی لباس پہننا ممنوع ' اور آیۃ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ سے انگریزوں کے ذبیحہ کو حرام ' قرار دیکر مرحوم کو کافر ٹھیرایا ' ٭

مگر وھی باتیں جو ۳۵ برس اول مرحوم نے کہی تھیں ' اب ممالک اسلامیہ کے مشاھیر علما کہنے لگے ھیں ' اور اُن خیالات کو جو سر سید نے ظاھر کیئے تھے ' اب مصر کے عالم اور مفتی نہایت آزادی اور صفائی سے شایع کررھے ھیں — چنانچہ ھم لباس اور طعام کے متعلق جو فتوے علماء مصر کا المنار میں چھپا ھی ' اُس کا ترجمہ چھاپتے ھیں — معلوم نہیں کہ اسے دیکھکر لوگ کیا کہیں گے — اگر مسلمان تناسخ کے قائل ہوتے تو ضرور یہہ کہتے — کہ سر سید نے مصر میں جنم لیا ھی اور "تہذیب الاخلاق" "المنار" کی صورت میں پھر شایع ہوا ھی ٭

انگریزی ٹوپی کا پہننا اور تشبہ بالنصاری

" ھر سال مصر کے امراء اور حکام کا ایک گروہ کثیر یوروپ کا سفر کرتا ھی اور وھاں جاکر وہ یوروپین لباس کا استعمال کرتا ھی — ان لوگوں کا لباس علی العموم یوروپین ہوتا ھی اور سواے ٹوپی کے اور کسی چیز میں فرق نہیں ہوتا ' اس لیئے اکثر مصری اپنے حکام کا اتباع کرکے ترکی ٹوپی پہنتے ھیں جسکو ترکوں نے رومیوں سے لیا ھی — مگر وہ یوروپ میں جاکر ھیٹ کا استعمال کرتے ھیں ' خواہ وہ ادنے ھوں یا اعلی — اس سے صرف معدودے چند افراد مستثنی ھوسکتے ھیں ' جنکو بعض مسلمان اس باب میں ملامت کرتے ھیں ' کہ وہ یوروپ میں جاکر بھی ترکی ٹوپی نہیں چھوڑتے — اکثر مسلمان خیال کرتے ھیں کہ انگریزی ٹوپی کا استعمال مذھب میں مخل ھی — حتی کہ اخبار " الحاضرہ " نے چند سال ہوئے ' کہ خدیو مصر کی نسبت طعن کرنے کی جرات کی تھی - جبکہ اُس کو معلوم ہوا تھا کہ وہ یوروپ میں انگریزی ٹوپی کا استعمال کرتے ھیں — اور لکھا تھا کہ یہہ امر اسلام میں ممنوع ھی — اور ھم نے اس کا المنار کے کسی نمبر میں جواب دیا تھا " ٭

" آج کل مسلمانوں میں چرچا ہورہا ہی ' کہ کسي عالم نے یہہ فتوی دیدیا ہی ' کہ انگریزي ٹوپي کے استعمال سے مذہب میں کوئي خلل نہیں پیدا ہوتا " — بیان کیا جاتا ہی کہ ٹرینسوال کے ایک مسلمان نے اُس عالم سے سوال کیا تھا کہ ٹرینسوال کے مسلمان نہایت مظلوم ہیں — ان کے حقوق صرف اس جرم میں پامال کیئے جاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں — ان کے ساتھہ وہاں کے حکام مساوات کا برتاو صرف اُسي حالت میں کرسکتے ہیں ' جبکہ وہ لباس کے لحاظ سے ان کے مساوي ہوں ' اور یہہ بغیر ٹوپي کے استعمال کے ہو نہیں سکتا - اُس عالم نے جواب دیا کہ -"لباس دیني امور میں سے نہیں ہی بلکہ وہ منجملہ عادات کے ہی — فقہا نے جہاں کفار کے ساتھہ تشبہ کو مکروہ لکھا ہی ' وہاں اُس کے ساتھہ یہہ بھي قید لگادي ہی ' کہ وہ کسي مصلحت کي بنا پر نہو ' بلکہ صرف اُس کے مذہب کي تعظیم کي غرض سے ہو — اور ٹرینسوال کے باشندے جیسا کہ سایل کا بیان ہی تعظیم کي غرض سے ایسا نہیں کرتے ' بلکہ اُنہوں نے اُس کے ترک کرنے سے بہت تکلیف اور نقصان اُٹھایا ہی" *

"اس مسئلہ کي بابت جو کچھہ ہمنے سنا ہی وہ یہي ہی ' جو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں - لیکن سنا جاتا ہی کہ بعض ملاؤں نے اس کو ایک بڑا مذہبي مشکل اور نازک مسئلہ خیال کیا ہی ' اور اس میں بحث و گفتگو کر رہی ہیں - یہہ صرف ناسمجھي اور سنت اور تاریخ امت سے ناواقفیت کا باعث ہی - صحیح حدیثوں میں آیا ہی - کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے رومي جبہ جو عیسائیوں کا لباس ہی ' اور کسروي طیالسان جو ایران کے مجوسیوں کا لباس ہی ' زیب بدن فرمایا ہی — اسیطرح صحابہ نے جن ممالک کو فتح کیا وہاں کا لباس اختیار کیا ' حتی کہ نصارے کي ٹوپي بھي — اور کسیکے اس استعمال کو ناپسند نہیں کیا — صرف حضرت عمر نے عتبہ ابن غرقد کو دھوپ میں نکلنے اور عجمیوں کا لباس ترک کرنے کا حکم لکھا تھا ' اس لیئے کہ اُن کو خوف تھا کہ مسلمانوں میں اسراف اور ناز و نعمت کي وبا نہ پھیل جاے ' اور اُن کي قوت اور شوکت کمزور نہو جاے - یہہ حکم صرف ایک مصلحت پر مبني تھا اور اس سے ہرگز تشریع مقصود نہ تھي ' کیونکہ حضرت عمر

جانتے تھے کہ خود شارع علیہ‌السلام نے عجمیوں کا لباس پہنا ھی —
مسلمانوں نے منصور کے حکم سے کفار کی ٹوپیاں پہن لی تھیں اور کسی نے
اس پر اعتراض نہیں کیا تھا ، صرف بعض شعرا نے اس واقعہ کی نسبت
ھزلیات میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا تھا — مگر جب سلطان محمود
خاں نے اپنی قوم کا لباس تبدیل کرنا چاھا ، تو مسلمانوں میں سخت
ناراضی اور برھمی پیدا ھوئی — اس لیئے کہ وہ اپنی قدیم عادتوں کے
ساتھہ مالوف ھوگئے تھے — لیکن اکثر ترک اھل الراے اس تغیر کو اصلاح
کا اصل اُصول قرار دیتے ھیں — اس لیئے نہیں کہ لباس کے تغیر سے
کوئی بہت بڑا فایدہ حاصل ھوا ، بلکہ اس واسطہ کہ مسلمان اپنی عادتوں
پر جمے ھوئے تھے ، اس لیئے دولت عثمانیہ یورپ کی تقلید کرکے فوجی اور
ملکی نظام سلطنت کا فائدہ حاصل کرنے پر مجبور ھی " *

" اس سے انکار نہیں ھوسکتا کہ لباس اور عادات میں اجنبی کے
ساتھہ مشابہت اختیار کرنا اُس ضعف کا اثر ھی ، جو کمزور کو زبردست
کے قدم بقدم چلنے پر مجبور کرتا ھی — لہذا قوم کو اپنی قومی عادات
اور رسم و رواج کی سخت حفاظت کرنی چاھیئے ، تاوقتیکہ وہ مضر نہوں —
اور اگر وہ بجاے ایک عادت یا رسم کے دوسری عادت یا رسم اختیار کرنا
چاھیں ، تو یہہ امر محض اجنبی کی تقلید سے نہونا چاھیئے ، بلکہ
قومی مصلحت اور قومی فوائد کا ضرور لحاظ رکھنا چاھیئے — اس سے
بھی نہیں انکار ھوسکتا ، کہ وہ مصری جو یورپ میں جاکر انگریزی
ٹوپی کا استعمال کرتے ھیں قابل ملامت ھیں — اور وہ صرف
ارادہ کی کمزوری سے ایسا کرتے ھیں — "لیکن میں ھرگز یہہ نہیں
کہہ سکتا ، کہ وہ خدا کی نا فرمانی کرتے اور اخروی عذاب کے مستحق
ھوتے ھیں — اگر لباس منجملہ دینی امور کے ھوتا تو اُس میں شارع
کا اتباع واجب ھوتا — آپ ھمیشہ تہ بند اور چادر کا استعمال فرماتے
تھے اور آپ نے کبھی پاجامہ نہیں پہنا ، بلکہ یہہ وسیع آستینوں اور طویل
دامنوں کا جبہ بھی جو آج کل علماء اسلام کا خاص لباس ھی آپ نے
کسیوقت استعمال نہیں فرمایا ، بلکہ اُسکی ممانعت کی ھی — اور رومی
جبہ جسکی آستینیں نہایت تنگ ھوتی ھیں پہنا ھی — اس کی
آستینیں اسقدر تنگ ھوتی تھیں کہ وضو کرنے کے لیئے اُسکے اُتار نے کی

ضرورت هوتي تهي — لباس کي بحث کو میں نے اپني کتاب الحکمة الشرعیه میں تفصیل کے ساتهه لکها هی — اُس کے ایک حصه کا اقتباس ذیل میں درج کرتا هوں " *

" گذشته بیان سے معلوم هوتا هی که آنحضرت صلی‌الله علیه و سلم اور صحابه کرام نے قبا † اور فروج ‡ اور کسروي طیلسان § اور میاثر || کا استعمال فرمایا هی ' اور یهه تمام مجوسیوں کے لباس هیں — اور نیز انهوں نے برانس ¶ اور رومي جبه کا استعمال کیا هی جو نصاري کا لباس هی — رومي جبه کا اُوپر ذکر نهیں هوا هی — صحیحین کي روایتوں سے ثابت هی ' که آپ نے رومي جبه پهنا هی — اور آپ جب وضو میں هاتهه دهونا چاهتے تهے تو دونوں هاتهه پیچهے سے نکال لیتے تهے ' کیونکه اُسکي آستینیں اسقدر تنگ تهیں که اُنکا چڑهانا نا ممکن تها — اور نیز اُنهوں نے یمن کي مختلف اقسام کي چادریں استعمال کي هیں — یهه کپڑے مثل اور کپڑوں کے عراق ' شام ' مصر ' اور یمن سے عرب میں آتے تهے ' نه یهه که اهل عرب لباس کے بنانے میں اُن قوموں کي تقلید کرتے تهے — کیونکه انمیں صنعت و حرفت کا بالکل رواج نه تها — یهه اسبات کي دلیل هی ' که شریعت نے لباس کي وضع قطع کو پهننے والے کي راے پر منحصر رکها هی ' اور کسي قوم کے لیئے دوسري قوم کا لباس پهنا حرام قرار نهیں دیا هی — کیونکه یهه امور منجمله عادات کے هیں جنکو حق‌الله اور حق‌العباد

---

† جبه — ایک نهایت طویل کپڑا هی جس کي آستینیں کٹي هوئي هوتي هیں —

‡ فروج — ایک قسم کي قبا هی جس کا پچهلا دامن بیچ میں سے کٹا هوا هوتا هی —

§ طیلسان — ایران میں ایک قسم کي چادر هوتي هی —

|| میثره — ایک قسم کا گدہ جو ایران میں مستعمل تها —

¶ برنس — ایک لمبي ٹوپي هی — بخاري میں هی که حضرت انس رضي‌الله عنه نے زرد برنس کا استعمال کیا جو ریشمي تهي اور قسطلاني شرح صحیح بخاري میں لکها هی که لوگ یا عورتیں صدر اسلام میں برنس کا استعمال کرتے تهے اور یهه نصاری کا لباس هی —

سے کوئی تعلق نہیں ھی - بے شک یہہ صحیح ھی ' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اکثر تہ بند اور رداء کا استعمال کیا ھی - اسکی یہہ وجہ نہیں کہ اس لباس کی اولویت اور افضلیت میں کوئی وحی نازل ہوئی تھی - بلکہ صرف اسلیئے کہ یہہ آپکی قوم کا لباس تھا ' اور نیز وہ ملک حجاز کی (جو گرم ھی) حالت کے مناسب تھا - چونکہ شریعت میں لباس کی کسی خاص قطع اورهیئت کی افضلیت نہیں بیان کی گئی ' (کیونکہ شریعت کا کام ایسے امور کو بیان کرنا ھی جو لباس کی نسبت زیادہ تر اہم ہوں) اسلیئے مناسب یہہ ھی کہ لباس کے معاملہ کو عقل سلیم اور رائے صحیح کے تابع رکھا جاوے ' اور جو لباس وقت اور موقع کے مناسب ہو اُسکو ترجیح دیجاوے " *

" یہہ ایک عجیب بات ھی کہ لباس کے معاملہ میں بلکہ شریعت میں بڑی فقہا نے عادة کو حَکَم قرار دیا ھی - پس شارع نے جس لباس کو کسیوجہ سے مکروہ قرار دیا ھی فقہا نے باوجود اُسوجہ کے موجود ہونے کے اُسکو مستحسن خیال کیا ھی - اور اُن کی دلیل صرف یہہ ھی کہ وہ لباس عادت میں داخل ہوگیا ھی — لمبی کپڑے کی ممانعت اور جرّ ثوب کی وعید حدیث میں مذکور ھی ' اور فقہا نے اس امر پر اتفاق کیا ھی کہ اگر تکبر اور فخر کے طور پر لمبی دامن اور لمبی آستینیں رکھی جاویں تو حرام ھی ' اور اگر بطور فخر کے نہو تو شرعاً مکروہ ھی — اس کے بعد آپ کو تعجب ہوگا ' شیخ الحلفی جیسا شخص اپنے جامع صغیر کے حاشیہ میں اُس حدیث کی تفسیر میں لکھتا ھی کہ " ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہننے کی کراہت صرف اُن لوگوں کے لیئے مخصوص ھی ' جن کی یہہ عادت میں داخل نہیں ہوا ' جیسے کہ اہل مصر ہیں - نووی نے شرح مسلم میں قاضی عیاض کا یہہ قول نقل کیا ھی اور اُس کی تائید کی ھی " غرضکہ جو لباس طول اور وسعت میں حاجت اور عادت سے زاید ہو وہ مکروہ ھی " اور الشمس الرملی نے شرح منہاج میں لکھا ھی کہ " کپڑوں اور آستینوں کا زیادہ وسیع کرنا بدعت اور اسراف اور مال کا ضائع کرنا ھی " اس کے بعد لکھا ھی کہ " ہاں جو لباس علماء کا شعار قرار پا چکا ھی اُس کا پہننا ان کو مستحب ھی ' تاکہ وہ اس خاص لباس کے ذریعہ سے پہچان لیئے جائیں اور لوگوں کو ان سے

سوال کرنے میں آسانی هو" ان اقتباسات سے ناظرین کو معلوم هوا هوگا که جو لباس نص شارع سے حرام اور مکروہ هی ' اُس کو اُنھوں نے شرعاً مستحب قرار دیا هی — اس مسئله میں جو شبهه اُن کو واقع هوا هی اُس کی کمزوری بھی آپ کو معلوم هوگئی هوگی — کیونکه اگر یهه امر تسلیم بھی کرلیا جاوے که علماء کے لیئے ایک خاص قطع کا لباس هونا چاهیئے ' تاهم یهه ضروری هی که وہ قطع ایسی هو جس کی شارع نے صریح ممانعت نه کی هو" *

" اگر شریعت میں عادت کو حکم قرار دینا صحیح هی جیسا که فقها کا قول هی ' تو اس میں شک نهیں که اس ممنوع لباس کا وبال علماے سلف میں سے اُس شخص کی گردن پر هوگا جس نے علماء کے لیئه اُس کو اختراع کیا هی — مجھکو معلوم نهیں که علما کا لباس جو طریقه سنت سے بهت دور اور مصلحت کے خلاف هی ' اُس کا اختراع کرنے والا کون هی — لیکن مجھکو صرف اسقدر معلوم هی که جس شخص نے علماء کے لیئے ایک مخصوص لباس لازمی قرار دیا ' وہ قاضی ابو یوسف هیں — غالبا یهه مجوزہ لباس اس قدر طویل اور وسیع نهوگا جیسا که آج کل دیکھا جاتا هی — اگر یهه امر صحیح مان لیا جاوے که جس طرح عادت پر قایم رهنا مشروع هی ' اسی طرح عادت کی ابتدا کرنا بھی مشروع هی' تو قاضی ابو یوسف کی بریت هوجاتی هی — همارے علماء کرام عادت کی غلامی میں اس قدر گرفتار هوگئے هیں' که اگر کوئی عالم دامنوں کی درازی اور استینوں کی لمبائی چوڑائی میں کمی کرتا هی تو وہ اس فعل کو نهایت مکروہ خیال کرتے هیں — پس اگر وہ عادت سے مجبور هوکر نصاری کی ٹوپی کے استعمال کرنے پر انکار کریں کچھه تو تعجب نهیں کرنا چاهیئے ' اگرچه یهه استعمال کسی مصلحت اور دفع مضرت پر مبنی هی — همارے علماء کو معلوم هی که صدر اسلام میں صحابه اور تابعین نے نصاری کی ٹوپیاں استعمال کی' هیں ' جیسا که بخاری اور اُسکی شرح میں وارد هوا هی " *

" فقها کی بڑی دلیل جو عوام کالانعام میں نهایت مقبول هوتی هی یهه هی — که یهه نصارے کے ساتھه تشبهه هی ' جنکی مخالفت هم پر واجب هی — یهه جمله بالعموم صحیح نهیں هی ' بلکه وہ صرف اُن

دیني امور کے ساتھہ مخصوص ھی جو ھمارے ذہن میں نہیں پائے جاتے ' مثلاً جنازہ کے ساتھہ اشعار پڑھتے ہوئے چلنا ' نعش کے اگے آگے انگیٹھیاں لیکر چلنا ' اولیا اور صالحینؒ کی قبور کو عبادت گاھیں قرار دینا – ان تمام امور میں ہم نے نصاری کے ساتھہ تشبہ اختیار کیا ھی ' بلکہ ان امور کو ھم نے اپنا مذھبي شعار بنالیا ھی — حالانکہ صحیح احادیث میں ان کي ممانعت وارد ھی – لیکن دنیوي امور میں جیسا کہ کھانا پینا اور لباس ھی ھرگز مخالفت واجب نہیں ھی — بلکہ عادات میں لوگوں کے قریب قریب ہونے سے ان میں باھم الفت پیدا ھوتي ھی ' اور نفرت جو ایک فریق کو دوسرے فریق کے فضایل سے اندھا کرنے والي ھی دور ھوجاتي ھی – اور جب نفرت زایل ھوجائیگي تو حق خود بخود باطل پر غالب ھوجائیگا – آپکو معلوم ھوچکا ھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے قطع نظر نصاری کے ' جن کو قرآن مجید مسلمانوں کے ساتھہ محبت کے لحاظ سے زیادہ تر قریب بتاتا ھی ' مشرکوں اور آتش پرستوں کا لباس استعمال کیا ھی — اس کي نسبت اکثر فقہا کا قول یہہ ھی کہ صرف تشبہ کي غرض سے ایسا کرنا مکروہ ھی ' بلکہ کسي لباس کا اختیار یا ترک کرنا فائدہ اور مصلحت پر مبني ھونا چاھیئے – اھل مصر کے لیئے انگریزي ٹوپي کے استعمال کرنے میں میرے نزدیک کوئي مصلحت نہیں ھی بلکہ ان کے لیئے مضر ھی ' کیونکہ اس سے ان کے استقلال کي اُمید کمزور ھوتي ھی – مگر ٹرینسوال اور راس گڈھوپ کے باشندوں کي نسبت بوجہ قلت تعداد کے استقلال کي اُمید باقي نہیں رھي — تاھم ان کو بھي اپني ان عادتوں کي حفاظت واجب ھی جو شریعت کے خلاف نہیں ھیں ' جن میں مخالفت مضر نہیں ھی – ضرر اگر محقق ھو تو اُس سے بچنا شرعاً واجب ھی ' اور اگر مظنون ھو تو مستحب ھی — شرعي قاعدہ یہي ھی – مگر اکثر لوگ عادات کے غلام ھیں ' سوائے ان کے جو اندھي تقلید سے نکل گئے ھیں " *

" لباس میں اجنبي کي تقلید کي بحث کو میں نے الحکمة الشرعیة میں مفصل لکھا ھی اور اُس کا ایک حصہ المنار کي جلد اول میں نقل کیا ھی " المنار نمبر ۱۸ صفحہ ۷۱۰ لغایت ۷۱۹ *

الفتاوى الثلاث

في

لبس قلنسوة اهل الكتاب واكل ذبائحهم

واقتداء الشافعيه بالحنفية

اهل کتاب کي ٹوپي پہننا - اُن کا ذبيحہ کہانا - شافعيوں اور حنفيوں کا ايک دوسرے کے پيچہے نماز پڑھنا -

---

گذشتہ نمبر ميں ہم اس شہرت کا ذکر کرچکے ہيں کہ ٹرنسوال کے ايک مسلمان کو کسي مصري عالم نے يوروپين ٹوپي کے استعمال کرنے کے جواز کا فتوى ديديا هى ' اور بعض لوگوں نے اسکو بوجہ مذہبي ناواقفيت کے سخت نا پسنديده امر خيال کيا هى - اور نيز اس مسئلہ کے متعلق شارع عليہ السلام سے جو ہدايتيں منقول ہيں ان کو بھي بيان کرچکے ہيں ' جن سے ثابت ہوتا هى کہ اسلام نے اپنے پيروں کو کسي خاص لباس کا پابند نہيں کيا — کيونکہ لباس منجملہ اُن عادتوں کے هى ' جو قوموں کى ضرورتوں اور ان کے مذاق اور انکے ممالک کي آب و ہوا کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتي ہيں — پس اگر مذہب اسلام جو تمام دنيا کے ليئے ايک عام مذہب هى ' دنيا کي تمام قوموں کو کسي خاص عادت مثلا حجاز کے لباس کا پابند کرتا ' تو يہہ بات حکمت کے خلاف ہوتي — يہي وجہ هى کہ پيغمبر اسلام عليہ التحية والسلام نے عيسائيوں اور مجوسيوں اور مشرکين کا لباس پہنا هى ' جيسا کہ صحيح احاديث سے ثابت هى ' جن ميں سے بعض کيطرف هم اشاره کرچکے ہيں — اور يہي وجہ هى کہ ہر ايک ملک کے مسلمانوں کا لباس اُس کے ملک کے دوسرے باشندوں سے ملتا جلتا ہوا معلوم ہوتا هى - بلکہ ان کا اکثر لباس عيسائيوں سے ماخوذ هى ' اسيطرح ترکوں کا تمام لباس بالکل عيسائيوں سے ليا ہوا هى *

اُس مضمون کے لکہنے کے بعد بعض اخبارات ميں ہماري نظر سے گذرا ' کہ يہہ فتوى مفتي مصر نے ديا هى اور نيز اُنہوں نے دو فتوے اور ديئے ہيں '

جن کي نسبت بعض جہاں ميں بہت کچھہ شور و شغب ہورہا ہی — ايک اخبار نے اُن سوالات کو جو مفتي کے سامنے پيش کيئے گئے معہ ان کے جوابات کے شائع کيا ہی — بيان کيا جاتا ہی کہ ايک صاحب اخبار نے وہ کاغذ جس پر مفتي مصر کے قلم کا فتوی لکہا ہوا تہا ، بہت زيادہ قيمت ديکر خريد ليا ہی — کيونکہ وہ خيال کرتا ہی، کہ اس ذريعہ سے ثابت ہوجائيگا کہ اُنہوں نے حکومت کے مذہب کے خلاف فتوی ديا ہی اور وہ مورد الزام ٹہيرينگے — اور اس کے بعد اُسکو اخبارات ميں شائع کرنے اور اُسکي ترديد کرنے کي کوشش کي — اس صاحب اخبار کو اگر يقين تہا کہ يہہ فتوی سراسر غلط ہی يا اُس ميں کوئي غلطي ہی، تو اُس پر واجب تہا کہ وہ ہر گز اس امر کي تصريح نکرتا کہ مسلمانوں کے ايک بڑے امام نے ايسا فتوی ديا ہی — کيونکہ بے شمار اشخاص مشرقي اور مغربي ممالک ميں امام کے فتوی کو معتبر اور مستند سمجھتے اور اُسپر عمل کرتے ہيں — ايک سياسي اخبار کي مخالفت سے اُس فتوے کي صحت ميں ہر گز کسيکو شک و شبہہ نہيں ہوسکتا *

وہ سوالات جو ٹرنسوال کے مسلمان نے مفتي کے سامنے پيش کيئے تھے حسب ذيل ہيں *

(۱) ان ممالک ميں بعض مسلمان ايسے پائے جاتے ہيں جو اپني کاروباري ضرورتوں اور اپنے فوائد کے لحاظ سے عيسائيوں کي ٹوپي پہنتے ہيں — يہہ امر شريعت ميں جائز ہی يا نہيں ؟ *

(۲) ٹرنسوال کے عيسائيوں کا ذبح کرنے کا طريقہ مسلمانوں کے خلاف ہی، کيونکہ وہ اول گائے کو کلہاڑي سے مارتے ہيں اور اس کے بعد بغير خدا کا نام ليئے اُس کو ذبح کرتے ہيں — اور بکري کو بھي بغير خدا کا نام ليئے ذبح کرتے ہيں — کيا يہہ جائز ہی يا نہيں ؟ *

(۳) شافعي بغير بسم الله کے حنفيوں کے پيچھے نماز پڑھتے ہيں اور نيز ان کے پيچھے عيدين پڑھتے ہيں — ظاہر ہی کہ بسم الله کي فرضيت اور عيدين کي تکبيرات ميں حنفيوں اور شافعيوں کے درميان اختلاف ہی — پس آيا ايک فريق کي نماز دوسرے فريق کے پيچھے صحيح ہی يا نہيں — ؟ *

بھي الفاظ ھیں اُن سوالات کے جو بعض اخبارات میں شایع ھوئے تھے — اول سوال کي نسبت ھم بحث کرچکے ھیں — دوسرے سوال سے بظاھر یہہ معلوم ھوتا ھی کہ اُن کے اس فعل کے جواز و عدم جواز کي نسبت سوال کیا گیا ھی — مگر ایک مسلمان کا کام یہہ نہیں ھی کہ وہ کسي غیر مسلمان کے افعال کے جواز و عدم جواز سے بحث کرے کہ وہ في نفسہ کیسے ھیں — اس لیئے ضرور ھی کہ سوال سے یہہ مقصد ھوگا کہ آیا مسلمان کو اُسکا کھانا جایز ھی یا نہیں ؛ اور اس کي نسبت مفتي نے جواز کا فتوی دیا ھی ؛ اور قرآن مجید کي آیت سے استدلال کیا ھی ؛ اور یہہ جمہور صحابہ و تابعین اور ایمہ مسلمین کے اقوال کے موافق ھی — یہہ اقوال ھم آگے چل کر نقل کرینگے — تیسرے سوال کي نسبت بھي جواز کا فتوی دیا ھی ؛ وہ بلا استثناء سلف صالحین کے عمل کے موافق ھی — صرف جاھل اُس کا انکار کرسکتے ھیں — کیونکہ بعض فقہا حنفي اور شافعي نے اس اختلاف کو نقل کیا ھی ؛ اور یہہ اختلاف صرف اُن کے استنباط پر جس کي بنیاد محض تعصب پر ھوتي ھی مبني ھی - یہہ فریقي تعصب مسلمانوں میں باھم تفرقہ ڈالتا اور ان کو ایسے جدا جدا فریق بناتا ھی ؛ کہ ایک فریق دوسرے فریق کي عبادت کو باطل قرار دیتا ھی — گویا کہ ان لوگوں کي رائے یہہ ھی کہ مسلمانوں میں ھر مذھب والوں کے لیئے جدا جدا مسجدیں ھوني چاھیئیں جیسا کہ نصاریٰ میں رواج ھی *

امام احمد کي رائے تھي ؛ کہ فصد اور حجامت اور نکسیر میں وضو کرني چاھیئے — پس ان سے کہا گیا کہ اگر امام کے خون نکلا اور اُس نے وضو نکیا تو کیا آپ اُس کے پیچھے نماز نہیں پڑھینگے — اُنہوں نے کہا کہ میں امام مالک اور سعید بن المسیب کے پیچھے کیونکر نماز نہ پڑھونگا — سلف صالحین کي عموما یہي حالت تھي — اس کے بعد خلف کا زمانہ آیا — اُنہوں نے از راہ تعصب دین میں تفرقہ ڈالدیا — مگر مذھبي تعصب کي شدت اِس زمانہ میں کم ھوگئي ھی ؛ اسلیئے مفسدہ پردازوں کو اس جواب میں شور و شغب کرنے کي کوئي وجہ معلوم نہیں ھوتي *

طعام اھل کتاب

ذبیحہ اھل کتاب کے مسئلہ کي نسبت اخبار مذکور نے بہت زیادہ شور وشغب مچایا ھی — سوال سے معلوم ھوتا ھی کہ ترنسوال کے

عیسائي گاے کو کلہاڑي سے مارکر ذبح کرتے هیں — جس لفظ سے بعض مسلمانوں کو مخالفت کا موقع ملا هی وہ یہہ هی، کہ ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام نہیں پکارتے — مفتي نے نص آیت کے مطابق فتوی دیا هی خداوند تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا هی " † و طعام الذین اوتوالکتاب حل لکم " یہہ خدا نے تحریم میتة کے بعد فرمایا، اور ان کا ذبیحہ همارے لیئے حلال کیا هی، اور وہ خوب جانتا هی، کہ اهل کتاب ذبح کے وقت کیا کہتے اور عزیر و مسیح کي نسبت کیا اعتقاد رکھتے هیں — هم سلف صالحین میں سے صحابہ اور تابعین کے بعض اقوال اس مسئلہ کي نسبت نقل کرتے هیں — اور میتة اور جس پر ذبح کے وقت خدا کا نام نہ پکارا جاوے اُس کے حرام هونے میں جو بحث هی، اُس کو بھي بیان کرتے هیں *

" فتح البیان في فہم مقاصد القرآن " میں مذکورہ بالا آیت کي تفسیر میں لکھا هی " غرضکہ ذبیحہ کي حلت مطابق اُس تفصیل کے جو فروع میں قرار دي گئي هی ملاکحت کي حلت کے تابع هی — اور طعام اُس چیز کا نام هی جو کھائي جاے — اور منجملہ اُس کے ذبیحہ هی — اکثر اهل علم کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ هی اور اسي کو خازن نے مرجح لکھا هی — اور یہہ دلیل هی اس بات کي، کہ اهل کتاب کا تمام کھانا گوشت وغیرہ مسلمانوں کے لیئے حلال هی، اگرچہ اُنہوں نے اپنے ذبیحہ پر خدا کا نام نہ پکارا هو پس یہہ آیت " ولا تاکلوا مما لم یذکراسم اللہ علیہ " کے لیئے مخصص هوگي — اس سے صاف ظاهر هی کہ اهل کتاب کا ذبیحہ حلال هی، اگرچہ یہودي نے اپنے ذبیحہ پر عزیر کا نام اور نصراني نے مسیح کا نام پکارا هو ‡ — اور یہي راے هی ابوالدرداء، عبادہ بن الصامت، ابن عباس، زهري، ربیعہ، شعبي اور مکحول کي هی — اور علی، عائشہ، اور ابن عمر کہتے هیں — کہ اگر تم کو معلوم هو کہ کسي کتابي نے ذبیحہ پر غیراللہ کا نام پکارا هی تو اُس کو مت کھائیو — اور یہي قول هی طاوس اور حسن کا — اُنہوں نے اس آیت سے استدلال کیا هی

---

† اور اهل کتاب کا کھانا تمہارے لیئے حلال هی —

‡ کہاں هیں سر سید کے کافر کہنے والے اسے غور سے پڑھیں ! ! —

" † ولا تاکلوا مما لم یذکراسم‌الله علیه " اور یہی " و ما اهل لغیرالله "
سے معلوم ہوتا ہی — امام مالک کہتے ہیں کہ ایسا ذبیحہ مکروہ ہی حرام
نہیں — شعبی اور عطاء سے اُس کی نسبت پوچھا گیا ' اُنہوں نے کہا کہ
حلال ہی ' کیونکہ خدا نے ان کے ذبیحہ کو ہمارے لیئے حلال کیا ہی
اور وہ خوب جانتا ہی ' کہ وہ ذبح کے وقت کیا کہتے ہیں " یہہ اختلاف
صرف اُس حالت میں ہی جبکہ معلوم ہوجاے کہ اهل کتاب نے ذبح
کے وقت غیراللہ کا نام پکارا ہی ' لیکن اس علم کے نہونے کی حالت میں
تو طبری اور ابن کثیر نے حلت پر اجماع نقل کیا ہی ' جیسا کہ آیت
سے معلوم ہوتا ہی — اور صحیح حدیث میں وارد ہوا ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بھنی ہوئی بکری کا گوشت تناول فرمایا
جو ایک یہودی عورت نے آپکو بطور ہدیہ کے بھیجی تھی " *

اس کے بعد بتلایا ہی کہ اهل کتاب کون ہیں اور بیان کیا ہی ' کہ
حضرت علی نے بنی تغلب کو اهل کتاب میں سے اس لیئے مستثنی کیا
ہی ' کہ انہوں نے سواے شراب نوشی کے عیسائیت سے اور کوئی فیض حاصل
نہیں کیا — اسکے بعد مجوسیوں کی نسبت جو اختلاف ہی اُسکو ذکر کیا
ہی ' اوراس کے بعدقرطبی کا یہہ قول نقل کیا ہی ,, جمہور اُمت کا قول
بھی ہی کہ ہرایک نصرانی کا ذبیحہ حلال ہی خواہ بنی تغلب سے ہو یا
کوئی اور ہو ' اور اسیطرح یہودیوں کا ذبیحہ حلال ہی" — تفسیر ابن جریر
میں اُسی کے قریب قریب ہی جو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں — اُس
میں صحابہ سے بعض روایتیں ایسی منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا
ہی ' کہ بوجہ عموم آیت کے اهل کتاب کا وہ ذبیحہ بھی حلال ہی
جو وہ اپنے کنیسوں کے لیئے کرتے ہیں — ان اقوال سے جو اُوپر نقل‌کیئے
گئے ہیں صاف معلوم ہوتا ہی ' کہ اهل کتاب کا ذبیحہ جمہور مسلمانوں
کے نزدیک حلال ہی ' اگرچہ اُنہوں نے اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح
نہ کیا ہو ' بلکہ اگرچہ اُنہوں نے اسلامی طریقہ کے خلاف ذبح کیا ہو —
کیونکہ آیت میں عموم ہی — اور یہہ آخری آیت ہی جو کہانے کے معاملہ
میں وارد ہوئی ہی — اور اسی آیت سے مفتی مصرنے استدلال کیا ہی اور
ٹرینسوال کے عیسائیوں کی نسبت بیان کیا ہی کہ وہ اپنے مذہب میں

---

† جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ پکارا گیا ہو اُس کو مت کھاؤ —

سخت متعصب اور اپني آسماني کتاب کے نہایت سختي کے ساتھہ پابند ھیں اور لکھا ھی کہ " تحریم میتۃ اور ما اھل لغیراللہ کے بعد " الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " کا نازل ھونا گویا کہ أس وھم کا دفعیہ ھی' جو ذبیحہ اھل کتاب کي حرمت کي نسبت پیدا ھوتا ھی — کیونکہ وہ حضرت مسیح کي الوھیت کا اعتقاد رکھتے ھیں' اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھي وہ یہي اعتقاد رکھتے تھے' سوائے أن لوگوں کے جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا — اور لفظ اھل کتاب عام ھی' أسکو ان چند اشخاص پر محدود کرنا جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور جنکي تعداد نہایت قلیل تھي صحیح نہیں ھی — پس بلا شک و شبہہ یہہ آیت عموما اھل کتاب کي ذبیحہ کي حلت پر ایک نص صریح ھی' جیسا کہ وہ اپنے مذھب کے مطابق حلت کا اعتقاد رکھتے ھیں — تاکہ ان کے ساتھہ معاشرت کرنے اور معاملات کے برتنے میں کوئي دشواري اور تکلیف نہو — " مفتي مصر کا یہہ قول جمہور ائمہ کے أن اقوال کے موافق ھی جنکو ھم أوپر نقل کرچکے ھیں *

الفقه في تحريم الميتة وكيفية التذكية

" قل لا اجد في ما اوحي الي محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا اھل لغیراللہ به " *

" اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ کوئي کھانے والا ان چیزوں میں سے جن کو تم حرام کہتے ھو کچھہ کھالے تو میري طرف جو وحي آئي ھی أسمیں تو میں اس پر کوئي چیز حرام پاتا نہیں مگر یہہ کہ وہ چیز مردار ھو یا بہتا ھوا خون یا سور کا گوشت کہ یہہ چیزیں بیشک ناپاک ھیں یا وہ جانور موجب نافرماني ھو کہ خدا کے سوا کسي دوسرے کے لیئے نامزد کیا گیا ھو" *

اور أس آیت میں جو سورہ مائدہ میں مذکور ھی میتہ کے ساتھہ ان کو بھي شامل کیا ھی جو أس کے حکم میں ھیں' یعني جو بغیر قصد تذکیہ کے ھلاک ھوئی ھوں — مثلاً منخنقہ جسکي گردن رسي میں یا دو لکڑیوں کے درمیان پھنس جاوے اور گلا گھٹکر مرجاوے' اور موقوذہ جو بلا قصد ذبح کے لاٹھي اور معمولي پتھر سے ماري جاوے اور وہ ھلاک ھوجاوے' اور متردیہ جو أونچي جگہہ سے گر کر مرجاوے' اور نطیحہ جو سینگ مارنے سے

مرجاوے ' اور جسکو درندے نے کھایا ہو - ان اقسام کے ذکر کرنے کے بعد خداوند تعالی نے فرمایا ہی " الا ما ذکیتم " یعني اس حکم سے صرف وہ مستثنی ہی جسکو تم نے زندہ پالیا ہو اور بالقصد ذبح کیا ہو - اس کے بعد فرمایا ہی " وما ذبح علی النصب " یعني جو نصب پر ذبح کي گئي ہو - نصب چند پتھروں کا نام ہی جنپر مشرکین بتوں کے لیئے قربانیاں کیا کرتے تھے *

جس پر غیراللہ کا نام پکارا جاوے اُسکي حرمت نہایت سخت قسم کي حرمت ہی ' کیونکہ اس کي حرمت نفس ایمان کي حفاظت سے تعلق رکھتي ہي - کیونکہ ذبیحہ پر غیراللہ کا نام لینا جسکا وہ اعتقاد رکھتا ہی ایک قسم کي بت پرستي اور مشرکین کا کام ہی - میتہ کي حرمت کي علت میں بیان کیا گیا ہی کہ اُسکے بدن میں خون محتبس ہوجاتا ہی اس لیئے اُس کا کھانا مضر ہوتا ہی — علم طب کي رو سے یہہ تعلیل بالعموم صحیح نہیں ہی ' اور نیز کتاب اور سنت کي رو سے بھي صحیح نہیں ہی ' کیونکہ اُس شکار کے کھانے کي اجازت دي گئي ہی جسکو سکھائے ہوئے شکاري جانور پکڑلیں ' اور وہ بغیر ذبح کیئے ہوئے مرجاے — اور یہي حکم اُس جانور کا ہی جو ہاتھہ سے شکار کیا جاوے — خداوند تعالے نے فرمایا ہی " † احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمو نہن مما علمکم اللہ " یعني جو شکاري کتے اور دوسرے جانور نے اپنے مالک کے لیئے شکار کیا ہو اور اُس میں سے نہ کھایا ہو وہ حلال ہی - احمد ' بخاري اور مسلم نے عدي بن حاتم سے روایت کي ہی کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جب کہ تو اللہ کا نام لیکر اپنے شکاري کتوں کو چھوڑ دے پس جو کچھہ وہ تیرے لیئے شکار کریں وہ حلال ہی ' بشرطیکہ کتے نے اُس میں سے نہ کھایا ہو - اگر کتے نے کھا لیا ہی تو اُسکو مت کھا ' کیونکہ مجھکو اندیشہ ہی کہ اُس نے اپنے بھي لیئے شکار کیا ہو " اور ایک روایت

† تمام پاکیزہ چیزیں ہیں جو تمھارے لیئے حلال کردي گئیں ' اور شکاري جانور جو تم نے شکار کے لیئے سدھا رکھے ہوں اور شکار کا طریقہ جیسا تم کو خدا نے سکھا رکھا ہی ویسا ہي تم نے ان کو سکھا دیا ہو یہہ شکاري جانور جو شکار تمھارے لیئے پکڑ رکھیں (اور ذبح کرنے سے مر جاے) تو اُس کو بے تامل کھا لو -

میں یہہ جملہ زیادہ ہی " عدي نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ اگر وہ شکاري جانور قتل کرڈالیں آپ نے فرمایا اگرچہ قتل کرڈالیں تاھم جب تک اُس میں کتا شریک نہ ہو حلال ہی — میں نے کہا کہ میں معراض کے ذریعہ سے شکار کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جسوقت تو معراض پھینکے اور وہ زخم ڈالدے تو شکار حلال ہی — لیکن اگر وہ لاٹھي کي طرح شکار کو لگے تو اُسکو مت کھاؤ " معراض کي تفسیر میں علماء کے اقوال مختلف ہیں — بعض اشخاص کا قول ہی کہ وہ ایک قسم کا تیر ہی جس میں بھال اور پر نہیں ہوتا — اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک وزني لکڑي ہوتي ہی جس کا ایک سرا نوک دار ہوتا ہی — اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کي لاٹھي ہی جس کے ایکطرف لوھا لگا ہوتا ہی — ان مختلف اقوال سے معلوم ہوتا ہی کہ معراض کا لفظ ان تمام چیزوںپر اطلاق کیا جاتا تھا اور اُن سے شکار کیا جاتا تھا — پس اگر شکار اس قسم کي لاٹھي سے زخمي ہوجاے اور مرجاے تو اُسکا کھانا حلال ہی — اس مضمون کي بے شمار احادیث مروي ہیں اور اسي حکم پر اجماع ہوگیا ہی — صرف احمد اور اسحاق نے سیاہ کتے سے شکار کرنے کي ممانعت کي ہی — اور ایک روایت جو متفق علیہ ہی یہہ ہی — کہ پیغمبر علیہ‌السلام نے فرمایا "جب کہ تو خدا کا نام لیکر اپنے کتے کو چھوڑ دے اور وہ تیرے لیئے کوئي جانور زندہ گرفتار کرے اور تو اُس کو ذبح کرلے اور اگر وہ قتل کرڈالے مگر اُس میں سےنہ کھاے تو بھي حلال ہی — کیونکہ کتے کا پکڑنا ہي ذکات ہی " اور امام شافعي کا مذہب یہہ ہی کہ اگر کتا شکار کو اپنے مالک کے سامنے حاضر کرنے کے بعد کچھہ کھالے تب بھي وہ حلال ہی ٭

احمد اور مسلم اور ابو داؤد اور نسائي نے ابوثعلبہ الخشني سے روایت کيؔ ہی ' کہ انہوں نے کہا کہ جب تو اپنے تیر کو پھینکدے اور وہ تین دن تک غایب رہے اور اسکے بعد وہ تیر معہ شکار کے تجھکو ملجاے تو یہہ شکار حلال ہی تاوقتیکہ بد بودار نہ ہوگیا ہو — بخاري اور نسائي اور ابن ماجہ نے حضرت عایشہ سے روایت کیا ہی ' کہ چند اشخاص پیغمبر علیہ‌السلام کي خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا ' کہ بعض لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں جسکي نسبت ہمکو معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے ذبح کے وقت خدا کا نام پکارا ہی یا نہیں ' آپ نے فرمایا کہ تم اُسپر اللہ کا نام

لواور کہا جاو - احمد اور ابو داود اور ابن ماجه نے عدي بن حاتم سے روایت کیا ھی ' وہ کہتے ھیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول‌الله هم شکار کرتے ھیں اور ھمارے پاس سوائے دھاردار پتھر اور نوکدار لاٹھي کي چھري نہیں ھوتي ' آپ نے فرمایا کہ خون بہادو جسطرح ھوسکے *

اُن تمام حدیثوں سے معلوم ھوتا ھی ' کہ بعض اوقات شکار ایسي حالت میں بھي حلال ھوتا ھی کہ وہ بغیر ذبح کیئے ھوئے مرجاے - اور نیز معلوم ھوتا ھی کہ ذبح کے وقت الله کا نام پکارنا مستحب ھی واجب نہیں ' اور نہ ذبح کے لیئے ضروري شرط ھی یہي راے ابن عباس اور ابوھریرہ اور شافعي کي ھی ' اور یہہ کہ خون بہانا خواہ کسي چیز سے ھو جایز ھی اور نیز کتے کا شکار کو پکڑنا شرعي ذکات ھی — اس سے معلوم ھوتا ھی کہ مردار کے حرام ھونے کي علت جو فقہا نے بیان کي ھی صحیح نہیں ھی' اور نیز ذبح کا وہ طریقہ جو آجکل رایج ھی ایسا نہیں ھی جس کے بغیر شرعي ذکات صحیح نہوسکے — بلکہ شرعي ذکات بہت طرح پر ھو سکتي ھی — مثلا ذبح ' بکریوں کے لیئے ھی - اور نحر ' اونٹ کے لیئے ھی — شکار کے لیئے جو شرعي ذکات کي صورتیں ھیں ان کو تم حدیثوں سے معلوم کرچکے ھو — اور ایک صورت یہہ ھی کہ بچہ ماں کے پیٹ میں سے نکلتا ھی اور ایک قسم کے صحیح تذکیہ کے بعد وہ تبعا اپني ماں کے کھا لیا جاتا ھی - ان صورتوں کے علاوہ عقر اور جرح بھي ھی - احمد اور بخاري اور مسلم اور ابوداود اور ترمذي اور نسائي اورابن ماجہ‌نے رافع بن خدیج سے روایت کیا ھی ' وہ کہتے ھیں کہ هم رسول‌الله صلی‌الله علیه وسلم کے ساتھہ سفر میں تھے ھمارے ساتھیوں کے اُونٹوں میں سے ایک اُونٹ پر وحشت سوار ھوئي اور وہ فرار ھوگیا ان لوگوں کے پاس کوئي گھوڑا نہ تھا — ایک شخص نے اُس کو تیر مارا جس سے وہ گر پڑا — رسول‌الله صلی‌الله علیه وسلم نے فرمایا کہ " ان لهذاہ البهائم اوابد کا و ابد الوحوش فما فعل منها هذا فافعلوا به هکذا " - جمہور کي راے یہي ھی کہ تیر سے مارنا بھي ایک قسم کا تذکیہ ھی - امام مالک کي راے اس کے خلاف ھی - احمد اور ابو داود اور نسائي اور ابن ماجه نے ابي‌العشراء سے روایت کیا ھی ' وہ کہتے ھیں کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول‌الله صلعم سے پوچھا ' کہ

ذکات حلق اور سینہ کے سوا اور کسی طرح پر نہیں ہوتی - آپ نے فرمایا کہ اگر تو ران میں نیزہ مار دے تو تیرے لیئے یہی کافی ہوگا ابوداؤد نے اس کو متردیہ اور نقرہ اور متوحشہ کے ساتھہ مخصوص کیا ہی اور اسی کو اکثر فقہاے شافعیہ نے لیا ہی — لیکن سوال سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ خصوصیت مقصود نہیں — اگرچہ اس حدیث کی سند میں بھی گفتگو ہی *

ان صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ شرعی تذکیہ یہہ ہی کہ انسان اپنے کھانے کے لیئے حیوان کو قصداً ہلاک کرے — اگر یہہ کام وہ خود اپنے ہاتھہ کرنا چاہے ' تو مناسب یہہ ہی کہ تیز اور دھار دار چیز سے ایسا کرے اگرچہ وہ پتھر ہی ہو - لیکن دانت اور ناخن سے ذبح کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہی - احمد ' بخاری ' مسلم ' ابوداود ' ترمذی ' نسائی اور ابن ماجہ نے رافع بن خدیج سے روایت کیا ہی ' وہ کہتے ہیں " قلت یا رسول اللہ انا نلقی العدو غدا و لیس معنامدی فقال النبی صلعم کل ما انہر الدم و ذکر اسم اللہ علیہ فکلوا مالم یکن سنا و ظفرا " اما السن فعظم و اما الظفر فمدی الحبشۃ — اس اخیر جملہ کی نسبت اختلاف ہی کہ آیا یہہ مرفوع ہی یا بعد میں شامل کیا گیا ہی ' اور راجح یہہ ہی کہ ممانعت کی علت بیان کرنے کے لیئے بعد میں بڑھایا گیا ہی - یہی وجہ ہی کہ تمام علما نے اس تعلیل کو نا پسند کیا ہی — بلکہ بعض علما نے کہا ہی کہ ممانعت کی علت یہہ ہی کہ دانت اور ناخن سے ذبح کرنے میں حیوان کو زیادہ تکلیف ہوتی ہی - بعض نے اسکے سوا اور وجوہ بیان کی ہیں — شرعی تذکیہ جس طرح ہر تیز اور دھار دار آلہ سے صحیح ہوسکتا ہی ' اسی طرح وہ ہر ایک ممکن صورت اور کیفیت کے ساتھہ صحیح ہوسکتا ہی ' جیسا کہ اُس شکار کی حلت سے معلوم ہوچکا ہی جو معراض سے زخمی کیا جاے ' اور ران میں نیزہ مارنے کی اجازت سے معلوم ہو چکا ہی — اور کلہاڑی جس کا ذکر ٹرینسوال کے مسلمان نے اپنے سوال میں کیا ہی ' خون بہانے میں ان چیزوں سے کسی طرح کم نہیں ہی - ما سوا اس کے سوال میں بیان کیا گیا ہی کہ اول کلہاڑی سے مارتے اور پھر ذبح کرتے ہیں — ظاہر ہی کہ

یہہ ذبح کرنا موت سے پہلے ہوگا - اگر یہہ امر بھی فرض کرلیا جاوے
کہ کلہاڑي سے مارنا وقذ هی (حالانکہ یہہ وقذ نہیں هی کیونکہ وہ
ایک دهار دار آله هی اور اُس کے مارنے سے کهانے کے لیئے تذکیہ مقصود
هوتا هی اور محض حیوان کا هلاک کرنا مقصود نہیں هوتا) تاهم وہ اُس
صورت میں داخل هی جس کو خدا نے مستثنی کیا هی - جیساکہ فرمایا
هی " الا ماذکیتم " *

علاوہ ازیں یہہ تمام احکام مسلمانوں کے ساتھہ مخصوص هیں —
اهل کتاب کو عملا ان احکام کا مکلف نہیں قرار دیا جا سکتا - کیونکہ جو
علماء (شافعیہ) یہہ کہتے هیں ' کہ اهل کتاب فروع شریعت کے مکلف هیں
اور ان کے ترک کرنے کا آخرت میں ان کو عذاب هوگا ' ان کا بهي یہہ
مقصود نہیں هی کہ دنیا میں ان احکام کي پابندي کا ان سے مطالبہ کرنا
جائز هی — پس تمام مسلمانوں کا اس امر میں اتفاق هی ' کہ اهل
کتاب پر ان احکام کي پابندي لازمي نہیں هی — اور باوجود اس کے ان کا
کهانا جیسا کچھہ بهي هو نص کتاب سے حلال هی ' سواے اُن کهانوں کے جو
في نفسہ همارے نزدیک حرام هیں مثلا خنزیر کا گوشت — آپ کو
معلوم هوچکا هی کہ تمام علماے سلف و خلف نے ان کے ذبیحہ کو مباح
قرار دیا هی اگرچہ اُنہوں نے اُس پر الله کا نام نہ پکارا هو بلکہ اگرچہ
اُنہوں نے اُس پر غیرالله کا نام پکارا هو — اور نیز آپ کو معلوم هوچکا
هی کہ جس پر غیرالله کا نام پکارا جاوے وہ اشدالمحرمات میں سے
هی ' کیونکہ یہہ ایک قسم کا شرک اور بت پرستي هی - مگر باوجود
اس کے اکثر مسلمانوں نے اُس کا کهانا اس لیئے حلال سمجھا هی کہ
وہ اهل کتاب کا طعام هی — پس اگر اهل کتاب نے اپنے ایسے طریقہ
سے ذبح کیا جو مسلمانوں کي طریقہ ذبح کے موافق نہو تو وہ بالاولی
حلال هوگا - تذکیہ کے معاملہ میں جو آساني صحیح احادیث سے معلوم
هوتي هی اُسکي بے شمار قسمیں آپ معلوم کرچکے هیں — مشکل معلوم
هوتا هی کہ تذکیہ کا کوئي طریقہ ایسا پایا جاوے جو ان احادیث کے ضمن
میں داخل نہوسکتا هو *

صحابہ اور تابعین نے اُن تمام اشخاص کو جو یہودیت اور عیسائیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ھیں اهل کتاب کے گروہ میں داخل کیا ھی، جس کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیئے حلال ھی خواہ وہ اپنے دین کے پابند ھوں یا نہیں — صرف حضرت علي کرم اللہ وجہ سے منقول ھی، کہ اُنہوں نے منتصرہ عرب میں سے بني تغلب کو مستثنی کیا ھی، اور اسکي علت یہہ بیان فرمائي ھی، کہ اُنہوں نے عیسائیت سے سوائے شراب نوشي کے اور کچھہ نہیں سیکھا — اور جمہور نے صرف اِس امر کو حلت کے لیئے کافي سمجھا ھی، کہ وہ اپنے آپ کو عیسائیت کي طرف منسوب کرتے ھیں — یہي وجہ ھی کہ بعض علماے مالکیہ مثلاً قاضي ابوبکر بن العربي نے از راہ تورع ذبیحہ اهل کتاب کے حلت میں یہہ شرط زیادہ کي ھی، کہ وہ ذبیحہ ایسا ھو جسکو ان کے قسیس اور عوام کھانا جایز خیال کرتے ھوں، قاضي ابوبکر نے صرف عیسائیت کي طرف منسوب ھونے کو کافي نہیں سمجھا — یہي تورع اور احتیاط مفتي مصر نے اپنے فتوے میں ملحوظ رکھي ھی — اس فتوے کے بعض الفاظ حسب ذیل ھیں ،، ذبیحہ کي نسبت میري راے یہہ ھی کہ مسلمانوں کو نص کتاب پر عمل کرنا چاھیئے " وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم " اور اس بارہ میں جو کچھہ امام ابوبکر ابن العربي نے فرمایا ھی اُسپر اعتماد کرنا چاھیئے — کہ وہ ذبیحہ ایسا ھو جسکو ان کے قسیس اور عوام کھانا جایز سمجھتے ھوں، اور بالعموم ان کا طعام شمار کیا جاتا ھو " اوپر گذر چکا ھی کہ قرطبي کا قول ھی کہ " جمہور امت کي یہہ راے ھی کہ ھرایک نصراني کا ذبیحہ خواہ وہ بني تغلب سے ھو یا کوئي اور ھو حلال ھی " — اور جن جلیل القدر ائمہ نے ذبیحہ بني تغلب کي حلت کي تصریح کي، منجملہ ان کے سعید ابن المسیب اور حسن بصري ھیں، جو ائمہ تابعین میں سب سے زیادہ عالم اور صاحب ورع و تقوی تھے — مفتي مصر نے ان سے بھي زیادہ ورع و احتیاط سے کام لیا ھی — شاید اُنہوں نے مالکیہ کے اقوال سے متاثر ھوکر ایسا کیا ھی جنکا مذھب اُنہوں نے ابتداے طالب علمي کے زمانہ میں حاصل کیا تھا *

قاضي ابوبکر ابن العربي کا فتوی

قاضي ابوبکر ابن العربي نے اپني کتاب احکام القرآن میں "الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتواالکتاب حل لکم" کي تفسیر میں لکھا هی "یهه آیات کي قطعي دلیل هی که شکار اور طعام اهل کتاب منجمله طیبات کے هی، جن کو خدانے مباح کیا هی، اور وہ مطلقاً حلال هیں — خداوند تعالی نے مکرر اس لیئے فرمایا هی، تاکه شکوک اور شبهات زائل هوجاویں اور خیالات فاسدہ کا استیصال هو، جن کي وجه سے زیادہ بحث و گفتگو کي ضرورت هوتي هی — مجهسے پوچها گیا که ایک نصراني ایک مرغي کي گردن مروڑتا اور پهر اُس کو پکاتا هی کیا اس کا کهانا جائز هی ؟ میں نے کہا که هاں جائز هی، کیونکه وہ عام نصرانیوں اور ان کے علماء اور مشایخ کا کهانا هی — یهه صورت اگرچه همارے نزدیک شرعي ذکات نهیں هی، لیکن ان کا طعام خدانے همارے لیئے مطلقا مباح کیا هی، اور جس کو وہ اپنے مذهب کي رو سے اپنا طعام سمجهتے هیں، وہ همارے لیئے حلال هی — سواے اُن حالتوں کے جهاں خدا نے ان کي تکذیب کردي هی" *

اس فتوے کو بعض طالب علموں نے جو اسلام، صرف اُنهیں عادات اور رسوم کو سمجهتے هیں جو مسلمانوں میں دیکهي جاتي هیں، ناپسند کیا — اور ابو عبدالله الحفار سے جو مالکي مذهب کے ایک عالم هیں اُس کي نسبت سوال کیا — اُنهوں نے حسب ذیل جواب لکها "غور کرنے سے اس فتوے میں کوئي اعتراض نهیں معلوم هوتا — کیونکه خدانے اُن کا کهانا همارے لیئے مباح کیا هی، جس طرح پر اور جس طریقه ذکات کے ساتهه وہ اپنے مذهب کے مطابق حلال سمجهتے هیں — اور یهه شرط نهیں هی که اُس حیوان میں ان کا طریقه ذکات همارے طریقه ذکات کے موافق هو — اس سے سواے اُن چیزوں کے جو خدا نے بالخصوص هم پر حرام کي هیں (مثلا میته جو کهانے کي غرض سے نه قتل کي گئي هو اور خنزیر) اور کوئي چیز مستثنی نهیں هی — لیکن جو چیزیں بالخصوص هم پر حرام نهیں هیں وہ مثل اور کهانوں کے مباح هیں — جن حیوانات میں ذکات کي ضرورت هوتي هی پس اگر تذکیه ان کے مذهب

کے مطابق ہوجاوے تو اُس کا کھانا ہمارے لیئے حلال ہوگا ' اور یہہ شرط نہیں ہی کہ اُن کا طریقہ ذکات ہمارے طریقہ ذکات کے موافق ہو— یہہ خدا کی طرف سے ہم کو رخصت اور آسانی ملی ہی — پس جب کہ خود ہمارے مذہب میں طریقہ ذکات مختلف ہی — بعض حیوانات کے لیئے ذبح ' اور بعض کے لیئے نحر ' اور بعض کے لیئے عقر ' اور بعض کے لیئے سر اور کسی عضو کا قطع کرنا ' جیساکہ ٹڈی کے لیئے ہی — اور بعض کو گرم پانی میں ڈالنا جیسا کہ حلزوں (ایک دریائی جانور جو سیپ یا گھونگی کی قسم سے ہوتا ہی) کے لیئے ہی ' پس جب کہ ہمارے نزدیک مختلف حیوانات کے لیئے طریقہ ذکات میں اسقدر اختلاف ہی' تو ممکن ہی کہ دوسرے مذہب میں گردن مروڑنا ہی ذکات کا ایک طریقہ ہو - پس اگر کوئی اهل کتاب اس کو جائز رکھے تو ہم اُس کا کھانا کھا لینگے ' جیسا کہ خداوند تعالے نے همکو اجازت دی ہی — اس بارہ میں ان کے شرعی احکام کی تفتیش کرنا همارا فرض نہیں ہی' بلکہ جب همکو معلوم ہوجاے کہ اُس مذہب والے اُس کو حلال سمجھتے ہیں تو اُس کے کھانے میں ہم کو تامل نہ ہوگا جیسا کہ قاضی ابوبکر نے کہا ہی — کیونکہ وہ ان کے علماء اور مشایخ کا طعام ہی *

اس مسئلہ میں یہہ اشکال واقع ہوا ہی کہ صرف گردن مروڑ نے سے ہمارے نزدیک حیوان حلال نہیں ہوتا بلکہ وہ مردار ہوجاتا ہی' جس سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہی — پس جب کہ قاضی ابوبکر نے اُس کو طعام اهل کتاب میں مباح کہا ہی تو اب اس میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا ' اور اسی پر ہمارے بعض اهل تحقیق علماے متاخرین نے اُس کو حمل کیا ہی " *

خنق کے مسئلہ میں شیخ محمد بیرم کی راے

فقیہہ حنفی شیخ محمد بیرم نے اپنی کتاب صفوۃالاعتبار میں ذبائح اهل یوروپ کی نسبت ایک طویل مبحث لکھا ہی - اور احناف کے اقوال نقل کیئے ہیں کہ ذبائح اهل کتاب مطلقا حلال ہیں — اور یوروپ کے مختلف اقسام کے ماکولات کی تشریح کی ہی - اس کے بعد لکھا ہی : *

" مسئلہ خنق میں اگر محض شک ہی شک ہو تو اُسکا کوئی اثر نہیں ہوسکتا ' لیکن اگر محقق ہو تو میرے نزدیک اس صورت کا کوئی حکم ہمارے (یعنی حنفیوں کے) یہاں مصرح نہیں ہی — لیکن تسمیہ غیراللہ پر قیاس کی بنا پر حنفیوں کے نزدیک حرام ہوگی — مگر ان علماء کے نزدیک جو مسئلہ تسمیہ غیراللہ میں حلت کے قایل ہیں ' جیسا کہ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ایک گروہ کثیر کا مذہب' ہی حلال ہی - کیونکہ ان کے نزدیک " وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم' " ولاتاکلوا مما لم یذکراسم اللہ علیہ " کے لیئے اور " وما اھل لغیراللہ " کے لیئے مخصص ہی — اسیطرح وہ آیت منخنقہ کے لیئے مخصص ہوگی - اور ان دونوں آیتوں کا حکم مسلمانوں کے فعل کے ساتھہ مخصوص ہوگا اور طعام اہل کتاب میں عموما اباحت ہوگی ' اور کیونکہ مااھل لغیراللہ اورمنخنقہ میں کوئی فرق نہیں ہی - پس اگر اول جبکہ وہ اہل کتاب کا فعل ہو مباح قرار دیا جاوے تو دوسرا بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے — میں نے ایک مالکی فاضل کا ایک رسالہ دیکھا تھا جس میں اُس نے حلت کی تصریح کی' اور اپنے مذہب کی انکی نصوص جمع کی ہیں جنکو دیکھکر اطمینان ہوجاتا ہی — خصوصا جبکہ گردن مروڑ نے کا عمل ان کے نزدیک ذکات کی قسم میں سے ہو - جیسا کہ ان کے اکثر علماء نے بیان کیا ہی ' اور ان کے خیال میں انجیل کے مطابق حیوان کو کھانے کی غرض سے آسان طریقہ کے ساتھہ قتل کرنا مقصود ہو ' تو ان کے مذاہب کے مطابق حلت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا " *

"اگر یہہ اعتراض کیا جاوے ' کہ حنفی کو غیر مذہب کی تقلید کیسے جایز ہوسکتی ہی ؟ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ اگر مقلد اہل نظر ہی اور وہ حنفی مذہب کے دلائل کو قوی پاکر اسکی تقلید کرتا ہی ' تو بے شک بعض اوقات اُس کے لیئے ایسا کرنا مناسب نہ ہوگا - لیکن اگر وہ محض مقلد ہی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عموما مسلمان دیکھے جاتے ہیں ' تو اس صورت میں علما نے تصریح کی ہی کہ اُس کے لیئے تمام ائمہ برابر ہیں - اور عامی کا کوئی مذہب نہیں ہی - بلکہ اُسکا مذہب وہی ہی جو اُس کے مفتی کا ہوتا ہی - اور اُسکا یہہ کہنا کہ میں حنفی یا شافعی ہوں مثل اُس جاہل کے قول کے ہی ' جو کہتا ہی کہ میں

نجومي هوں — وہ جس عالم کي اقتدا کريگا اُس کي نجات کے ليئے کافي هی " *

" اگر يهہ اعتراض کيا جاوےکہ تم نے بيان کيا هی کہ خنزير حرام هی پس اگر وہ اهل کتاب کے کهانے ميں هو ' تو آپ " وطعام الذين اوتوالکتاب حل لهم " کے ذريعہ سے اُسکو حلت کے ساتهہ کيوں مخصوص نہيں کرليتے ؟ اگر تم خنزير کي حرمت کي آيت کو محکم اور غير منسوخ قرار ديتے هو تو ايسے هي منخنقہ کي آيت هوگي - منخنقہ کو تم تسميہ کے مسئلہ پر کيوں قياس کرتے هو اور خنزير پر کيوں نہيں کرتے — کونسي وجہ ترجيح کي هی ؟ اس اعتراض کا جواب يهہ هی کہ ماکولات دو قسم کي هيں : ايک وہ هيں جو بعينہ اور في نفسہ حرام هيں — اور دوسري وہ جو کسي عارضي وجہ سے حرام هوجاتي هيں مگر وہ في نفسہ حلال هوتي هيں — پس خنزير وغيرہ في نفسہ حرام هيں ان کي حرمت تمام اطوار اور حالات ميں بدستور باقي رهيگي — مگر وہ ذبيحہ جس پر خدا کا نام نہ پکارا گيا هو يا جس پر غيرالله کا نام پکارا گيا هو ' اور منخنقہ ايک عارضي وجہ سے حرام هوگيا هی — اور وجہ حرمت کي انسان کا فعل هی — اس کے بعد ايک دوسري نص وارد هوئي جو طعام اهل کتاب کي حلت کي نسبت عام هی ' پس جو چيزيں في نفسہ حرام هيں وہ اُس سے بالبداهت و بالاجماع خارج هيں — اور دو مسئلے (ايک تسميہ اور دوسرا منخنقہ) محل شک ميں باقي رهگئے — کيونکہ حرمت اور اباحت کي دونوں آيتيں انکو اپني اپني طرف کهينچ رهے هيں — هم کو معلوم هوا کہ مسئلہ تسميہ کي نسبت صحابہ اور تابعين ميں اختلاف واقع هوا هی اور ان کا ايک گروہ کثير اباحت کي طرف گيا هی — اب صرف منخنقہ کا مسئلہ باقي رهگيا جس کي نسبت سکوت هی — پس اُس کو تسميہ کے مسئلہ پر قياس کيا جاويگا کيونکہ علت متحد هی — اور اُس کو خنزير پر قياس کرنا قياس مع الفارق هی — اس مبحث ميں هم نے اس ليئے طول ديا هی کيونکہ وہ اس زمانہ ميں نہايت اهم هی اور اس کي نسبت بہت لوگوں نے گفتگو کي هی " *

موقوذة اور اُسكي ذكات

قاضي بيضاوي موقوذة كي تفسير ميں لكھتے هيں ' كه وہ موقوذہ وہ هى جسكو لاٹهي يا پتهر وغيرہ سے مارا جاوے حتى كه وہ مرجاوے " يهي معني ابوالسعود نے اپني تفسير ميں اور محمد صديق حسن نے فتح البيان ميں لكهي هيں - فتح البيان ميں موقوذہ كي تعريف كے بعد لكها هى كه ' وقذ كے معني شدت ضرب كے هيں جس سے قريب مرنے كے هوجاوے وہ شاة موقوذہ ضربت بالخشبة " — اور يهي قاموس اور اُس كي شرح اور ديگر كتب لغت ميں تصريح كي گئي هى - مجمع البحار ميں لكها هى كه " وقيذ اور موقوذہ وہ هى جو معمولي پتهر اور لاٹهي سے هلاك كي جاوے " - امام رازي نے تصريح كي هى كه وہ موقوذہ مية اور منخنقة كے معنوں ميں هى كيونكه وہ مرگئي هى اور اُس كا خون نهيں بها " اس سے كسيكو اختلاف نهيں هى كيونكه وقذ كے معني ايسي چيز سے مارنا هى جو دهاردار نهو - اور وہ الاماذكيتم وہ كي تفسير ميں لكها هى كه وہ يه استثنا هى ان تمام صورتوں كے جو منخنقة سے ليكر ماأكل السبع تك مذكور هوئيں هيں — اور يهي قول هى علي اور ابن عباس اور حسن اور قتادہ كا " - اس كے بعد لكها هى كه " اگر موقوذہ ايسي حالت ميں پائي جاے كه اُسكي آنكهوں ميں جنبش هو يا اُسكي دم يا هاتهه پاوں حركت كر رهے هوں تو اُسكو ذبح كرلو كيونكه وہ حلال هى — اس ليئے كه اگر اُس ميں زندگي باقي نهوتي تو يهه حالتيں ظاهر نهوتيں" فتح البيان في فهم مقاصد القران ميں وہ الاماذكيتم " كي نسبت لكها هى - كه " يهه استثنا جمهور كے نزديك متصل هى - اور اُسكا يهه منشا هى كه مذكورہ بالا ميں سے صرف وہ چيز مستثنى هى جسميں زندگي باقي پائي جاوے اور اُسكا تذكيه كرليا جاوے - ادراك ذكات كي نسبت اهل علم مفسرين نے كہا هى - كه اگر اُس ميں زندگي باقي هو يعني اُسكي آنكهوں ميں جنبش يا اُس كے دم ميں حركت ظاهر هو تو اُس كا كهانا حلال هى — اور كہا گيا هى ' كه اگر اُس كي آنكهه جنبش كرتي يا اُس كا پاوں حركت كرتا هو تو اُسكو ذبح كرلو ' كيونكه وہ حلال هى ' آلوسي نے اپني تفسير ميں لكها هى وہ صرف وہ صورت مستثنى هى كه زندگي كي رمق باقي پائي جاوے اور مثل مذبوح كے تڑپ رهي هو اور تم نے اُسكو

ذبح کرلیا هو - سید باقر اور سید صادق رضي الله عنهما سے مروي هی - که ادراک ذکات کا ادنی درجه یهه هی که وه ایسي حالت میں پائي جاوے که وه اپنے کان یا دم کو هلاتي هو یا اپني پلکوں کو جنبش دیتي هو ' اور یهي قول هی حسن اور قتاده اور ابراهیم اور طاوس اور ضحاک اور ابن زید کا - اور بعض علما نے کہا هی ' که ادراک ذکات کے لیئے شرط یهه هی که وه قریب المرگ نهو اور اس کي علامت یهه هی که وه بعد ذبح کے تڑپے " ابن جریر نے قول اول کي تائید میں صحابه سے بهت سي روایتیں نقل کي هیں *

ان اقوال سے معلوم هوا - که جو حیوان دهار دار آله سے جیسیکه کلهاڑي هی مارا جاوے اُسکو وقیذ نهیں کهه سکتے' اور اسپر وه حدیث دلالت کرتي هی جو معراض کے شکار کي نسبت صحیحین وغیره میں مروي هی که وه اگر وه لاٹهي کي طرح لگے اور حیوان هلاک هوجاوے تو اُسکو مت کهاؤ کیونکه وه وقیذ هی " اور نیز معلوم هوکه اگر بالفرض ٹرینسوال کے نصرانیوں کا ذبیحه وقیذ هی ' تاهم کلاڑهي مارنے کے بعد لیئے جو ذبح کیا جاتا هی اور خون بهایا جاتا هی اس سے وه حلال هوجاویگا - اسمضمون کے لکهنے اور مطبع میں بهیجدینے کے بعد یهه اقوال هم نے اس لیئے نقل کیئے هیں ' که صاحب اخبار اس امر کا دعوی کرتا هی که اهل ٹرینسوال کا یهه فعل وقذ هی اور وه حلال نهیں هی اگرچه وه پهر ذبح کیا جاتا اور خون بهایا جاتا هی — صاحب اخبار نے سائل کے قول پر یهه جمله زیاده کیا هی وه پهر اُسکو ذبح کرتے هیں پوري طرح قتل کرنے کي غرض سے اور اُس میں سے زرد رنگ کا خون نکلتا هی جو اسبات پر دال هی که ماوغي ارتجاج واقع هوا هی جو خون کو فاسد کرنے والا هی " سائل نے جیسا که سوال سے معلوم هوتا هی یهه نهیں کہا - اور اگر وه کهتا بهي ' تاهم تذکیه کي صحت اور ذبیحه کي حلت میں مانع نهوتا - کیونکه کسي مسلمان نے خون کے بهنے میں یهه شرط نهیں لگائي که سرخ یا سیاه رنگ کا خون بهي - بلکه انهوں نے ایسي علامت کے ظاهر هونے کي شرط لگائي هی جو زندگي کے موجود هونے پر دال هو — مثلاً پلکوں کي حرکت - خون کا بهنا خواه وه کسي رنگ کا هو ' زندگي کي بدیهي علامت هی - مگر جسوقت سیاسي مصلحتیں ' دین کو بازیچه اطفال بنانا چاهتي هوں ' تو کتاب اور سنت ' فقها اور مفسرین اور اهل لغت کے اقوال کي بالکل پروا نهیں هوتي *

مسئلۂ تسمیہ میں اختلاف

ہمارے تمام گذشتہ بیان کا خلاصہ یہہ ہی - کہ خدا نے مسلمانوں کے لیئے طعام اہل کتاب مطلقا مباح قرار دیا ہی' اور اس اباحت میں یہہ شرط نہیں لگائی کہ وہ طریقہ تذکیہ احکام اسلام کی پابندی کریں - اور سلف و خلف کے اکثر مسلمانوں نے اسی عموم کو لیا ہی — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کا پکایا ہوا گوشت اور ان کا بنایا ہوا پنیر تناول فرمایا ہی — صرف حنفیوں نے یہہ شرط لگائی ہی کہ کھانے والے کو یہہ معلوم ہو' کہ جو گوشت اُس کے سامنے پیش کیا گیا ہی اُس پر اللہ کا نام نہیں پکارا گیا یا غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہی — اخبار مذکور نے جو کچھہ لکھا ہی وہ احناف کے مفسرین اور ان کے فقہا کے اقوال ہیں — مگر جمہور علماء نے ان سے اختلاف کیا ہی - اور شہاب الدین آلوسی نے جو بغداد میں حنفیوں کے مفتی تھے اپنی تفسیر میں اس کی تصریح کی ہی — طبری نے " ولا تاکلوا ' مما لم یذکر اسم اللہ علیہ " کی تفسیر میں لکھا ہی " اس آیت کی نسبت اہل علم میں اختلاف ہی کہ آیا اس کے حکم میں سے ایک حصہ منسوخ ہوگیا ہی یا نہیں - بعض علماء کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہوا اور وہ محکم ہی — یہی قول عموما اہل علم کا ہی - حسن بصری اور عکرمہ سے روایت کیا گیا ہی اُنہوں نے کہا کہ خدا نے فرمایا ہی " فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بایاتہ مومنین ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ و انہٗ لفسق " پس منسوخ کیا گیا اور اُس سے مستثنی کیا گیا ہی اور فرمایا ہی " و طعام الذین اُوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لہم - مگر ہمارے نزدیک اس بارہ میں صحیح قول یہہ ہی 'کہ یہہ آیت محکم ہی اُس کے حکم کا کوئی حصہ بھی منسوخ نہیں ہوا - اور اہل کتاب کا کھانا حلال اور اُن کا ذبیحہ پاک ہی - اور خدا نے مسلمانوں پر " ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ " سے جو چیز حرام کی ہی اہل کتاب کا کھانا اور ذبیحہ اُس سے بالکل الگ ہی - کیونکہ اس آیت سے ہم پر خدا نے میتہ اور جو طاغوت کے نام ذبح کی جاوے حرام کی ہی — اور اہل کتاب کا ذبیحہ پاک ہی خواہ وہ اُس پر خدا کا نام پکاریں یا نہ پکاریں کیونکہ وہ اہل توحید اور اہل کتاب ہیں - اُس

کے احکام پر وہ عمل کرتے ہیں اور اپنے مذاہب کے احکام کے مطابق ذبح کرتے ہیں جسطرح مسلمان اپنے مذہب کے مطابق ذبح کرتا ہے' خواہ وہ اپنے ذبیحہ پر خدا کا نام لے یا نہ لے — سواے اُس صورت کے کہ غیر اللہ کي عبادت یا تعظیم کي غرض سے ذبیحہ پر خدا کانام نہ پکارے - ایسي حالت میں اُن کا ذبیحہ حرام ہوگا - " اس امر کي تائید کہ یہہ آیت صرف اُن ذبیحوں کے ساتھہ مخصوص ہی، جو طاغوت کے نام پر کیئے جاویں ' اس سے ہوتي ہی کہ یہہ آیت مکي ہی ' اور حلت طعام اہل کتاب کي آیت مدني ہی ' اور یہہ حصہ قرآن مجید کے آخر میں نازل ہوا ہی - اور شافعیہ اُس ذبیحہ کو حلال سمجھتے ہیں جس پر اگرچہ عمداً تسمیہ ترک کیا گیا ہو ' اور کہتے ہیں کہ خدا نے اُس کے کھانے کي ممانعت کو " وانہ لفسق " کے ساتھہ مقید کیا ہی' اور فسق کي تفسیر دوسرے مقام پر اس طرح کي گئي ہی " اوفسقا اہل لغیراللہ بہ " اور یہہ وہ ہی جس کو مشرک اپني دیوتاوں کے لیئے ذبح کرتے تھے — اُس کو اہل کتاب بھي ہماري طرح حرام سمجھتے ہیں — امام رازي نے اس مذہب کي ترجیح کي نسبت اپني تفسیر میں نہایت تفصیل کے ساتھہ بحث کي ہی - لیکن جب کھانے والے کو معلوم نہو کہ اُس پر خدا کا نام نہیں پکارا گیا یا غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہی' تو اُس کا کھانا سلف اور خلف کے اجماع سے بالکل حلال ہی — جیساکہ وہ گوشت جو یہود ونصارے کے ممالک میں عادۃً فروخت ہوتا ہی' جسکے ذبح کے وقت کوئي مسلمان موجود نہیں ہوتا - اور یہي حکم اُس گوشت کا ہی جو ترانسوال میں فروخت ہوتا ہی *

اس سے ثابت ہوتا ہی کہ مفتي مصر کا یہہ فتوی کتاب اور سنت اور علماے سلف و خلف کے عمل اور ان کے اقوال کے مطابق ہی ' اور حنفیوں کا اختلاف اس فتوے کي صحت میں خلل انداز نہیں ہوسکتا — کیونکہ ہر ایک گوشت کي نسبت جو کسي مسلمان کے سامنے پیش کیا جاوے یہہ معلوم ہونا ناممکن ہی ' کہ اُس پر خدا کا نام نہیں پکارا گیا ہی اور بالفرض اگر معلوم ہونا ممکن بھي ہو تاہم جمہور کا مذہب حنفیوں کے مذہب سے زیادہ قوي ہی کیونکہ اُسکے دلائل زیادہ قوي ہیں — اور مفتي کو لازم ہی کہ اُسي قول پر فتوی دے جس کے دلائل زیادہ قوي ہوں ، اور جو مسلمانوں کے اجماع کے مطابق دقتوں کو زیادہ تر دور کرنے

والا هو - اگر مصر کے شرعي محکمے مفتي سے امام ابو حنيفه کا صحيح مذهب دريافت کرتے هيں ليکن هر ايک مسلمان اس مذهب کا پابند نهيں هي — بلکه تمام مسلمان قرآن مجيد اور صحيح احاديث کے پابند هيں — علماء کو چاهيئے که کتاب اور سنت ميں غور کريں اور ائمه کے اقوال ميں جو قول زيادہ قوي هو اُسکو ترجيح ديں — امام ابو حنيفه اور اُن کے شاگردوں کي نسبت بيان کيا گيا هي که وہ کہا کرتے تھے " کسي شخص کو همارے قول پر عمل کرنا صحيح نهيں هي جب تک اُسکو هماري دليل معلوم نهو - اور يهي بات تمام ائمه سے منقول هي *

ان تمام اقوال اور نصوص کے معلوم هونے کے بعد صاحب اخبار کو بهي مناسب هي - که وہ اپنے اعتراض سے رجوع کرے جو اُس نے بوجه لاعلمي کے کيا هي اور اپنے اخبار ميں اس بات کا اعلان کردے - تاکه مسلمانوں کو معلوم هوجاے که اُسکي نيت پاک هي اور اس اعتراض سے کوئي سياسي غرض اُس کو ملحوظ نهيں هي *

هم قرآن مجيد کي ايک آيت پر جو سورہ نحل ميں محرمات کو ميته اور خون اور لحم خنزير اور ما اهل لغيرالله ميں حصر کرنے کے بعد خدا نے فرمايا هي اپني گفتگو کو ختم کرتے هيں — اور وہ آيت يهه هي

" ولا تقولوا لما تصف السنتهم الکذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الکذب ان الذين يفترون على الله الکذب لا يفلحون متاع قليل و لهم عذاب اليم " —

" اور جهوٹ موٹ جو کچهه تمهاري زبانوں پر آيا (بے سمجهے سوچے) نه بک ديا کرو که يهه حلال هي اور يهه حرام که (اس بکواس سے) لگو خدا پر جهوٹ بهتان باندهنے جو لوگ خداپر جهوٹ بهتان باندهتے هيں ان کوکبهي فلاح نهيں هوتي — (يهه بهي دنيا کے چند روزہ) تهوڑے سے فائدے هيں اور (آخرکار)ان کوعذاب درد ناک هوتا هي " *

اخبار مذکور کا ايک لغو اعتراض اور باقي رهگيا هي — وہ يهه هي که حنفي مذهب کے خلاف فتوی دينے سے يهه بات معلوم هوتي هي که مفتي مصر مجتهد هونے کا دعوے کرتے هيں- اس کا جواب دو طرح پر ديا جاسکتا هي - اول يهه که جو علماء اهل نظر اور تمام مذاهب سے واقف هيں ان کے مقلد هونے کے صرف يهي معني هوتے هيں ، که وہ ائمه کے اقوال

میں سے اُسي قول کا اتباع کرتے هیں جسکو وہ قوي سمجھتے هیں — هم اوپر اشارہ کرچکے هیں کہ مفتي مصر نے امام مالک کا مذهب ابتدائی طالب علمي کے زمانہ میں حاصل کیا تھا — پس ممکن هی کہ وہ اسوقت تک بھي اُسکي ترجیح کا اعتقاد رکھتے هوں — جمهور علماء کا قول هی، کہ بعض مسائل میں ایک امام کي تقلید کرنا اور بعض مسایل میں دوسرے کي جایز هی — کوئي مشهور عالم ایسا نهیں هی جس کے فتوے اُس مذهب کے خلاف جس کي طرف وہ منسوب هی موجود نهوں *

دوسرا جواب یہہ هی کہ وہ مجتهد هیں — ایسا شخص جو قرآن مجید کي تفسیر اسطرح پر کرتا هو جسطرح کہ مفتي مصر کرتے هیں اور تقلید کے بطلان پر دلایل قایم کرتا هو اور مقلدوں کو خدا کي ناراضي اور اُس کے عذاب کا مستحق ٹهیراتا هو وہ مقلد نهیں هوسکتا — یہہ امر کہ جاهل مقلد ان کے اجتهاد کے منکر هیں کوئي قیمت نهیں رکھتا — کیونکہ مقلد دلیل اور حجت سے بے بهرہ هیں ان کے انکار کرنے کي کوئي وجہ نهیں هوسکتي — مفتي مصر نے علم توحید اور تفسیر میں جو کچھہ لکھا هی ' وہ متقدمین اور متاخرین کي ان تمام کتابوں سے جو هم تک پهونچي هیں افضل اور بهتر هی — خدا کا فضل کسي خاص زمانے کے لیئے محدود نهیں هی ' نہ اُسکي رحمت بعض خاص افراد کے ساتھہ مختص هی — بلکہ اُس کي رحمت هر زمانے اور هر فرد کے لیئے عام هی — یہہ بات مفتي مصر کے اجتهاد کے منافي نهیں هی ' کہ وہ حکومت کے محکموں کو حنفي مذهب کے مطابق فتوی دیتے هیں — کیونکہ محکمہ جات مذکور اُن سے احناف کا مذهب دریافت کرتے هیں — لیکن جو شخص ان سے کسي مسئلہ کي نسبت ان کي راے دریافت کرتا هی تو وہ اپنے اجتهاد کے مطابق فتوی دیتے هیں *

اگر یہہ اعتراض کیا جاوے کہ اس زمانہ کے بعض علماء ان کي نسبت طعن کرتے هیں — اس کے جواب میں هم کهتے هیں کہ طعن کرنے والے یا تو حاسد هیں ' یا مقلد هیں ' جنهوں نے اپنے ذمہ یہہ بات لازم کرلي هی کہ جو شخص کتاب و سنت کا اتباع کرتا هی وہ بے سمجھے بوجھے اُس کي مخالفت پر آمادہ هوجاتے هیں — گذشتہ زمانہ میں بڑے جلیل القدر

ائمه کي نسبت ان کے هم عصر اور هم رتبه عالموں اور مجتهدوں نے طعن کیئے هیں — یهي وجه هی که ابن عباس رضي‌الله عنه نے فرمایا هی که " علماء کے اقوال کو سن لو لیکن ایک دوسرے کے برخلاف ان کي تصدیق مت کرو کیونکه اُس خدا کي قسم هی جسکے هاتهه میں میري جان هی وه مینڈهوں سے بهي زیاده سخت لڑاکو هیں " اس حدیث کو ابن عبدالبر نے کتاب‌العلم میں روایت کیا هی اور اسي مضمون کا ایک قول مالک بن دینار سے منقول هی — ائمه اربعه اور امام بخاري وغیره محدثین کي نسبت ان کے هم عصر علماء نے جس قدر طعن کیئه هیں ان کو هم نے اپني کتاب الحکمة الشرعیه میں نقل کیا هی *

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

الفقه في تحريم الميتة وما اهل لغير الله

شرعي تذکیه کي جو اقسام هم گذشته نمبر میں بیان کرچکے هیں ' ان سے صاف معلوم هوتا هی - که وہ کلیه جو ذکات کي تمام صورتوں کو جامع هی یهه هی — که " کهانے کي نیت سے کسي حیوان کي جان نکالي جاوے '' اور اس میں مذهبي طور پر صرف ایک شرط هی که اس پر کسي موحد مسلمان یا مشرک بت پرست کي طرف سے غیر الله کا نام نه پکارا گیا هو ' جیساکه مشرکین عرب بتوں کے لیئے ذبح کرتے تھے - بعض صحابه نے اُس ذبیحه کے کهانے کو منع کیا هی جس پر کسي کتابي نے غیر الله کا نام پکارا هو — تسمیه کي نسبت هم اوپر بحث کرچکے هیں اور بیان کرچکے هیں ' که جمهور اس کے خلاف هیں اور جمهور کي راے کي تائید اس سے هوتي هی ' که " مااهل لغیر الله " کي تحریم میں تمام آیتیں مکي هیں - یهه بهي اُوپر بیان هوچکا هی که جس پر غیر الله کا نام پکارا گیا هی اُس کي حرمت نهایت سخت هی — کیونکه اس کي علت محض دیني هی جو توحید سے تعلق رکھتي هی *

اس زمانه کے عوام مسلمانوں کي یهه عجیب جہالت هی که بعض لوگ جانور پر ذبح کے وقت اپنے مردہ شیوخ کا نام پکارتے هیں ' جن سے اُن کو اعتقاد هوتا هی اور کوئي شخص اس فعل پر انکار نهیں کرتا — بلکه جیسا که بیان کیا جاتا هی که بعض علماء وفضلا اُس جانور کا گوشت کهانے میں تامل نهیں کرتے ' جو سید بدوي کے نام پر چهوڑا گیا هو ' اور ان کے عرس میں اُن کا نام لیکر ذبح کیا گیا هو — گویا که اس گروہ کے علما ایسے ذبیحه کي حلت کے لیئے یهه تاویل کرلیتے هیں ' که ذبح کرنے والا اسلام کي طرف منسوب هی اور الله کا نام لیتا هی — اگرچه وہ جانور سید بدوي کے نام پر چهوڑا گیا اور ان کي جناب میں

تقرب حاصل کرنے اور ان کو رضامند کرنے اور ان سے براہ راست بھلائي چاهنے کے لیئے ذبح کیا گیا هو جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال هی — یا کہ وہ سید کو اپنے اور خدا کے درمیان ایک واسطہ سمجھتا هی کہ خدا اُن کي یا اُن کي قبر کي برکت سے اُس کي مراد پوري کرے گا — لیکن جو شخص قرآن مجید کي آیات پر غور کرتا اور دین کو سمجھتا هی اُس کو معلوم هی کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا هی اُس کو مسلمانوں پر حرام کرنے میں یہہ حکمت هی کہ وہ اُس بلا میں گرفتار نہ هوجائیں جس میں زمانہ جاهلیت کے مشرکین گرفتار تھے — یہہ لوگ جو کچھہ عذر کرتے تھے خدا نے اس طرح پر نقل کیاهی — " † والذین اتخذوا من دونہ اولیاء وما نعبدهم الالیقربونا الی اللہ زلفی " اگر هم اس کو یہہ بھي تصدیق نکریں کہ بعض-عالم سید بدوي کے نام کا ذبیحہ کھاتے هیں' تاهم هم کو معلوم هی کہ یہہ بلا عام طور پر مسلمانوں میں پھیلي هوئي هی اور کوئي عالم اس کا انکار نہیں کرتا — اگر جامع ازهر اور جامع احمدي کے علما اس پر انکار کرتے تو لوگ اس پر قایم نہ رهتے — بلکہ اگر مصر کے روزانہ اخبارات المنار کي تائید کرتے اور اُس کے اقوال کو عام مسلمانوں میں شایع کرتے' تو مولودوں کي بدعتیں زائل هوجاتیں یا اُن میں کمي هوتي *

تذکیہ اور تحریم میتہ کي بحث میں ایک مسئلہ باقي رهگیا هی جس کو هم نے گذشتہ نمبر میں بوجہ طوالت کے نہیں لکھا — اور وہ یہہ هی کہ میتہ اور جو اُس کے حکم میں هیں مثلا منخنقہ اور موقوذہ اور متردیہ اور نطیحہ اور جس کو درندے نے پھاڑ لیا هو اُن کي حرمت کي کیا وجہ هی — کتا اپنے مالک کے لیئے شکار مار کو لاتا هی اور وہ حلال هوتا هی' اور درندہ کسي جانور کو پھاڑ ڈالتا هی وہ حرام هوتا هی' ان دونوں میں کیا فرق هی — اسي طرح جس جانور کو انسان لاٹھي اور پتھر سے مارتا هی اور وہ مر جاتا هی وہ بھي حرام هوتا هی — اور انسان کے قصد کو ذریعہ حلت قرار دینے میں کیا حکمت هی ؟

---

† جن لوگوں نے خدا کے سوا اپنے دوسرے حمایتي بنا رکھے هیں (اور کہتے هیں کہ) هم تو ان کي پرستش صرف اس لیئے کرتے هیں کہ وہ خدا سے هم کو نزدیک کردیں —

تمام امور میں انسان کے ارادہ کو جو عظیم الشان رتبہ دیا گیا ہی اُس کا لحاظ کرنے کے بعد ان سوالات کا جواب ہمارے خیال میں یہہ آتا ہی تاکہ انسان کو اپنے کسب اور اپنی کوشش پر بھروسہ رہی — دوسری وجہ یہہ ہی کہ جو جانور اپنی موت سے مرتا ہی اُس کی نسبت غالب گمان یہہ ہوتا ہی کہ وہ کسی بیماری میں مرا ہی یا اُس نے کوئی زہریلی گھاس کھائی ہی اُس سے مرا ہی ' ان دونوں حالتوں میں اُس کا گوشت مضر ہوگا — پس میتة کی حرمت بوجہ اُس کے ضرر کے ہی *

انسانی ارادہ کے لحاظ اور ضرر کے خوف کے علاوہ ایک تیسری وجہ اور ہی — وہ یہہ ہی کہ تمام سلیم طبایع مردار سے نفرت کرتی ہیں اور اُسکو پاکیزہ چیزوں میں سے شمار نہیں کرتی ہیں ' اور مذہب انسانکو شرافت نفس کے اصول کے مطابق تربیت کرتا ہی — یہی وجہ ہی کہ تمام پاکیزہ چیزیں اُس کے لیئے حلال اور ناپاک چیزیں حرام کی ہیں — مگر وہ چیزیں جو میتة کے حکم میں مثلاً موقودہ اور متردیہ وغیرہ اُن کی حرمت کی علت میں پہلی اور تیسری وجہ بیان کی جاسکتی ہی — ان دونوں وجہوں کے علاوہ ایک وجہ یہہ ہوسکتی ہی ' کہ لوگوں کو اِن قبیح طریقوں کے ساتھہ جانور مارنے سے نفرت دلانا مقصود ہی تاکہ ان کو معلوم ہوجاوے ' کہ شریعت جانوروں کی زندگی کی حفاظت کا حکم دیتی اور ان کو عذاب دینے سے ممانعت کرتی ہی — اور جو شخص شریعت کے اس حکم کی تعمیل میں غفلت کرتا ہی اُسکو یہہ سزا دی جاتی ہی کہ وہ جانور اُسپر حرام ہوجاتا ہی — بعض اوقات ایسا ہوتا ہی کہ چرواہا کسی جانور پر غصہ ہوتا ہی اور اُسکو مار ڈالتا ہی یا دو جانوروں کو لڑادیتا ہی اور وہ لڑتے لڑتے ہلاک ہوجاتے یا قریب بہلاکت پہونچ جاتے ہیں — جو چرواہے اُجرت پر دوسروں کے جانور چراتے ہیں اُن کو زیادہ تر ایسا اتفاق ہوجاتا ہی — پس اگر ایسے طریقوں کے ساتھہ مرنے والے جانور حلال ہوتے تو چرواہے اور دوسرے اشخاص اس بہانے سے جانوروں کو ہلاک کر کے کہا جایا کرتے ان حکمت پر صحیح احادیث دلالت کرتے ہیں — منجملہ ان کے ایک احدیث یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے جانور کو اینٹ اور ڈھیلے سے مارنے کی ممانعت کے بعد فرمایا ہی کہ " ان سے نہ تو

شکار ہوتا ہی اور نہ دشمن قتل ہوتا ہی لیکن ان سے دانت ٹوٹ جاتا اور آنکھہ پھوٹ جاتي ہی " — اس حدیث کو احمد اور بخاري اور مسلم نے روایت کیا ہی — اس مبحث کے متعلق جو کچھہ ہمارا خیال تھا اُسکو ہم نے ظاہر کردیا ہی اور اگر کسي خیال میں اور وجوہات ہوں تو براہ مہرباني ان کو بیان کریں *

شریعت کي حکمت کي نسبت یہہ بحث ہم نے اسلیئے تحریر کي ہی کہ ہمارے نزدیک معاملات اور عادات کے تمام احکام عقل کے مطابق اور جلب منفعت اور رفع مضرت کے قاعدہ پر مبني ہوتے ہیں — بعض فقہا نے لکھا ہی کہ دیني احکام دو قسم پر منقسم ہوتے ہیں : پہلي قسم میں وہ تعبدي احکام ہیں جنکو ہم محض تعمیل حکم کے طور پر بجالاتے ہیں اگرچہ ہم از روے عقل کے ان کي وجہ اور اُن کا فایدہ نہیں سمجھتے — اور دوسري قسم کے وہ احکام ہیں جو عقل کے مطابق ہوتے ہیں اور جنکہ بجالانے میں ہم اُس منفعت کے طلبگار ہوتے ہیں جو اُن سے مقصود ہوتي ہی — اس میں شک نہیں کہ تعبدي احکام کي وجہ صرف ایسي عبادات کے احکام میں ظاہر ہوتي ہی جن سے تقرب الی اللہ مقصود ہوتا ہی — یہہ ایک عجیب بات ہی کہ رسمي علما اور اہل الراے نے عبادت محض کے مسائل میں بھي اپني راے اور قیاس کو حکم قرار دیا ہی ' حتی کہ منصوص عبادتوں کو بڑھا کر دو چند اور سہ چند کردیا ہی — اور عادات کے بعض احکام پر سختي کے ساتھہ آڑے رھے اُن کي وجہ اور اُن کي حکمت پر مطلق غور نہیں کیا بلکہ ان کي نسبت قیاس کرنے کو تقریبا منع کردیا *

علماے وقت اور اخبارات کي طرف سے فتوی کي تائید

جس وقت مفتي مصر کے اس فتوی پر نکتہ چیني شروع کي گئي ' تو اہل علم کے ایک گروہ کثیر نے اُس کي تردید کرنا شروع کي اور وہ اخبارات میں مضامین لکھنے لگے ' جن میں دلائل اور براہین ساطعہ سے فتوے کي تائید ہوتي تھي — منجملہ ان اخبارات کے الاہرام ' المقطم اور وطن

روزانہ اور الاسلامیہ، التمدن، المؤيد، الممتاز اور الرايدالعثماني هفتہ وار هيں — المقطم ميں كسي عالم كي ايك چٹهي شايع هوئي هى جس ميں اُس نے علماء اور بعض اخبارات سے شكايت كي هى كہ انہوں نے اس موضوع ميں اپنے خيالات سے عام مسلمانوں كو مستفيد نہيں كيا — يہہ مضمون نہايت عمدگي كے ساتهہ لكها گيا هى مگر راقم مضمون نے اس مسئلہ كو بہت كچهہ اهميت دي هى حالانكہ يہہ بالكل معمولي اور ايك چهوٹا سا مسئلہ هى اور سواے سياسي اخبار كے كسي نے اُس ميں اختلاف نہيں كيا — يہي وجہ هى كہ المقطم ميں ايك عالم نے اس كے جواب ميں لكها هى كہ " حقيقت يہہ هى كہ علما نے مسئلہ زير بحث ميں اس ليئے سكوت اختيار كيا كہ سوال و جواب بالكل صاف اور واضح هيں اور ان اعتراضات كي ترديد كي مطلق ضرورت نہيں هى جو معترض نے فتوى پر وارد كيئے هيں — كيونكہ شريعت كے اعتبار سے فتوى پر كوئي غبار نہيں معلوم هوتا — اصل مسئلہ يہہ هى كہ " ايك ذبيحہ كے سر پر اول كلاڑهي ماري گئي اس كے بعد ذبح كيا گيا وہ ذبيحہ حلال هى يا نہيں " كيا سائل كے اس قول كے بعد كہ " ذبح كيا گيا " يہہ خيال هوسكتا هى كہ وہ ميتہ يا موقوذہ هى ؟ هرگز نہيں " *

جبكہ هم اس مقام پر لكهہ رهے تهے همارے پاس ايك جديد اخبار پهونچا جس كا نام واعظ هى — اس اخبار ميں ايك مغربي عالم كا آرٹيكل هماري نظر سے گذرا جو بغرض اداے فريضہ حج مكہ معظمہ كو جا رهے اور اثناے راہ ميں چند روز كے ليئے قاهرہ ميں ٹهہرے تهے — جب فتوى كي نسبت اخبارات كي تحريريں ان كي نظر سے گذريں تو يہہ آرٹيكل انہوں نے تحرير كركے اخبار ميں شايع كيا — اس كا اقتباس هم اس مقام پر درج كرنا مناسب خيال كرتے هيں *

وہ لكهتے هيں كہ " اے مسلمانو ! امام وقت شيخ محمد عبدہ مفتي مصر كے فتوى كي نسبت جو قيل و قال هو رهي هے كيا اُس كي تم كو اطلاع هى اور المنار نے علماء اور فقہا كے اقوال اور صحابہ كے آثار اور رسول خدا صلى الله عليہ وسلم كي جسقدر حديثيں نقل كي هيں كيا وہ تمهاري نظر سے گذري هيں ، اور گذشتہ صدي كے اوائل ميں جو واقعہ مصر ميں

پیش آیا تھا وہ تمکو معلوم ھی - غور کرو اور دیکھو - اس زمانہ میں حالت کیسی بر عکس نظر آتی ھی ' اور دین علماء کے ھاتھوں ایک ایسا آلہ بن گیا ھی جس کے ذریعہ سے وہ ان چیزوں کو حرام ٹھیراتے جنکو اُنکے آبا و اجداد نے حلال ٹھیرایا تھا ' اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور جمہور فقہا اور صحابہ اور تابعین کے اقوال کی مطلق پروا نہیں کرتے - یہہ اس امر کی دلیل ھی کہ مسلمانوں کی قوم سخت جہالت میں مبتلا ھی - مجھکو معلوم نہیں کہ یہہ جہالت قوم کو اسفل السافلین میں پہونچا کر چھوڑیگی یا یہہ افسوس ناک حالت رفتہ رفتہ زایل ہوجاویگی *

مسلمانوں میں ایسے لوگ کہاں ھیں جو مثل امام وقت کے جمہور کی راے کے مطابق مذھب کے تائید اور حفاظت کرتے ھوں اور اُسکی اصلاح کے خواستگار ھوں — کیا ان کی راے کی تردید دوسرے کی راے سے ھوسکتی ھی اور کیا ایک مذھب کی بنا پر دوسرے مذھب پر اعتراض کیا جاسکتا ھی ؟ *

ھماری شریعت میں فقہا اور ائمہ کے اقوال کے مختلف ھونے میں یہہ حکمت ھی تاکہ ھر زمانہ میں علماء ان اقوال پر عمل درآمد کرسکیں جو اُس زمانہ میں قوم کی حالت کے مناسب ھوں ' اور شریعت جو نہایت وسیع ھی خدا کی مخلوق پر تنگ نہوجاے — کیونکہ یہہ ایک ایسی شریعت ھی جسکی نسبت مسلمان اور عقلاے نصاری اُمید کرتے ھیں کہ عنقریب تمام روے زمین کے لیئے ایک عام شریعت ھوگی - جیسا کہ خدا نے فرمایا ھی " واللہ متم نورہ " اور فرمایا ھی " لیظھرہ علی الدین کلہ " کیا ھم کو مناسب ھی کہ ایسی شریعت پر تنگی کا الزام لگاویں - علماء کی یہہ عادت رھی ھی کہ ضرورت کے وقت ضعیف قول کو قوی کرلیتے ھیں اور اُسپر عمل کرتے ھیں ' حالانکہ امام وقت کے فتوی کی بنیاد اس قاعدہ پر نہیں ھی *

ھم فقہ کی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے کہ کوئی شخص قاضی اور مفتی کے عہدہ پر مقرر نہیں ھوسکتا تاوقتیکہ وہ مثل ائمہ اربعہ کے اجتہاد کا مرتبہ نہ رکھتا ھو ورنہ اُسکو قاضی یا مفتی بنانا باطل ھوگا - اور جب علماء سے مجتہدین کی بابت پوچھا جاتا تھا تو وہ جواب دیتے تھے کہ اجتہاد

کا سلسلہ چھٹي صدي سے منقطع ہوگیا ہی ' اور اس کے بعد جسقدر قاضي اور مفتي ہیں وہ بوجہہ ضرورت کے ہیں — گویا کہ انہوں نے اپنے اس قول سے اُمت محمدیہ کي نسبت فنا و زوال کا حکم لگادیا ہی ' اور فیصلہ کردیا ہی دنیا سے شریعت کے آثار مٹ جاویں اور سیاسي قانون اُسکے قایم مقام ہوجاوے *

جس جانور کو شکاري کتوں نے زخمي یا قتل کیا ہی قرآن مجید نے اُسکو حلال ٹھہرایا ہی ' اور خدا کو معلوم ہی کہ انسان ہر طرح حیوان سے افضل ہی ' اسي لحاظ سے اُس نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہی — ورنہ وہ شریعت کي نظر میں کتوں سے بھي بدتر قرار پاتے — بلاشک و شبہہ خدا اس عیب سے منزہ ہی کہ وہ ایسے مذہب میں جس کي شریعت تمام گذشتہ شرائع کي متمم ہی انسان کو حیوان سے بد تر قرار دے — حالانکہ یہہ مذہب تمام روے زمین کے لیئے نازل ہوا ہی ' اور اُس نے اہل کتاب کے ساتھہ مناکحت اور معاشرت اور دوستي اور عہد و پیمان کرنے کو جایز قراردیا ہی ' اور اُس کے قتل پر دیت واجب کي ہی — اور اُس برتن میں کھانا ہمارے لیئے ہر گز جائز نہیں کیا جس میں کتے نے منہہ ڈالا ہو تاوقتیکہ وہ مٹي سے مانجکر سات بار پاني میں نہ دھولیا جاوے *

میں خیال کرتا ہوں کہ اب ہماري حالت اسقدر پست ہوگئي ہی کہ اہل یوروپ ہماري باتوں پر ہنستے ہیں — وہ ہم کو وحشي اور ہمارے دین کو دین و ہوش کہتے ہیں — کیا ہمارے مذہب کے اعتبار سے ٹرنسوال کے نصراني کتوں سے بھي بدتر ہیں ؟ یہہ نہایت تعصب اور سخت جہالت کي بات ہی *

ذبح کرنے کا معمولي طریقہ جو اس وقت شائع ہی ' کاش اُس کي حکمت ان علماء کو معلوم ہوتي جو اس فتوی سے اختلاف کرتے ہیں — ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حیوان کو خواہ کسي طرح قتل کیا جاوے وہ موصل الی المقصود ہوتا ہی — لیکن یہہ خدا کي حکمت اور اُسکي رحمت اور رافت ہی جو ہم پر اور حیوانات پر مبذول ہی کہ اُس نے ہمارے اور حیوانات کے درمیان ایسي عادلانہ تقسیم کي ہی — اُس نے ہمارے لیئے ان تمام چیزوں کو حرام کیا ہی جنکو جانور اپنے لیئے شکار

کریں یا اپني موت سے مرجائیں تاکہ وہ حیوانات کے حصہ میں رھیں اور وہ ان کو کھائیں — گویا کہ خدا نے ھمارے لیئے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ ھم ایسي چیز کھائیں جس کے حاصل کرنے کے لیئے ھم نے بالقصد کوشش نہیں کي *

عقلمندوں کے لیئے یہہ بات قابل افسوس ھی کہ ھم نہایت ضروري اور مہتم بالشان امور کو چھوڑ کر چھوٹي چھوٹي باتوں پر بحث و گفتگو کرتے ھیں ' اور ان امور کي طرف مطلق التفات نہیں کرتے جو ھماري قومي خصوصیتوں کو باطل کرنے والي اور ھمارے دیني معتقدات کے اصول کو درھم برھم کرنے والے ھیں — نہایت شرم کا مقام ھی کہ ذرا ذراسي باتوں پر آئے دن ھم میں جوتي پیزار رھتي ھی — جو سرگرمي ھم ان لغو مباحث میں ظاھر کرتے ھیں کاش اُس کو ھم صنعتوں اور حرفتوں کے حاصل کرنے میں ظاھر کرتے جو فرض کفایہ ھی اور جن کا قرآن مجید میں حکم ھی *

اھل یورپ تمھارے ممالک میں داخل ھوگئے ھیں اور ان کي مداخلت تمھارے جسموں اور تمھارے دلوں تک سرایت کر گئي ھی — تمھارے گھروں میں کھانے پینے اور پہنے اور استعمال کرنے کي جس قدر نئي چیزیں ھیں وہ سب اُنہیں کي صناعیوں کے نتیجہ ھیں - تم کیونکر ان سب چیزوں کو حلال سمجھتے اور ٹرنسوال کے غریب مسلمانوں کے لیئے انگریزي ٹوپي کا پہننا حرام ٹھیراتے ھو جو کسي قسم کي قوت اور استقلال نہیں رکھتے اور محض ضرورت کي وجہ سے اُس کو استعمال کرتے ھیں — افسوس کہ اب علم کا انحصار صرف ظاھري باتوں پر رھگیا ھی حقائق سے مطلق سروکار نہیں رھا " *

فتوے کي تائید حنفي مذھب سے

ھم گذشتہ نمبر میں اس امر کا اشارہ کرچکے ھیں ' کہ اس فتوے کي تائید کتاب و سنت اور سلف صالحین کے عمل سے ھوتي ھی اور تسمیہ کے مسئلہ میں حنفیہ کا اختلاف کوئي چیز نہیں ھی — اس کے بعد ھم نے مناسب خیال کیا کہ اس موضوع میں حنفیہ کے بعض اقوال

نقل کریں تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجاوے کہ مفتی مصر کا یہہ فتوے حکومت مصر کے مذہب کے موافق ہی — اس مقصد کے لیئے ہم نے فتاوي حامدیہ کي طرف رجوع کي تھي مگر اس کے بعد ہمارے پاس ایک حنفي عالم کي طرف سے جو جامع ازہر کے تعلیم یافتہ ہیں ایک تحریر موصول ہوئي ہی جس میں اُنہوں نے فتوے کي تائید کتب تفسیر اور اقوال علماے سلف سے کي ہی — اس تحریر کا خاتمہ ہم اس مقام پر نقل کرتے ہیں *

" اس امر کي توضیح کرنا باقي رہگیا ہی کہ یہہ فتوے فروع حنفیہ کے مطابق ہی : العقود الدریہ في تنقیح الحامدیہ تالیف علامہ مرحوم سید محمد ابن عابدین میں لکھا ہی کہ " کتابي جو عرب کا باشندہ ہو اُس کے ذبیحہ کي نسبت سوال کیا گیا ہی کہ وہ مطلقا حلال ہی یا نہیں — اس کا جواب یہہ ہی کہ کتابي کا ذبیحہ حلال ہی — کیونکہ اُس کے لیئے صرف یہہ شرط ہی کہ ذبح کرنے والا توحید کا اعتقاد رکھتا ہو خواہ حقیقتا جیساکہ مسلمان رکھتے ہیں یا ادعاءً جیسا کتابي — اور نیز اس لیئے کہ کتابي خدا کي ایک کتاب پر ایمان رکھتا ہی اور اُس کے ساتھہ مناکحت حلال ہی — اور اهل کتاب کے درمیان کوئي فرق اور کوئي خصوصیت نہیں ہوسکتي خواہ وہ یہودي ہو، یا نصراني، ذمي ہو یا حربي، عربي ہو یا تغلبي — کیونکہ قرآن مجید کي آیت میں اطلاق ہی خدا نے فرمایا ہی " و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " یہاں طعام سے مراد وہ طعام ہی جس کا تذکیہ کیا گیا ہو — امام بخاري نے ابن عباس سے روایت کیا ہی کہ طعام اهل کتاب سے مراد ان کا ذبیحہ ہی اس کے بعد لکھا ہی کہ " یہہ حکم اُس وقت ہی جبکہ کتابي کي نسبت یہہ بات نہ معلوم ہو کہ وہ خدا کي سوا مسیح یا عزیر کا نام پکارتا ہی — اور اگر معلوم ہو تو اُس کا ذبیحہ حلال نہوگا " آگے چلکر لکھا ہی کہ " لیکن شمس الائمہ کي مبسوط میں آیا ہی کہ کتابي کا ذبیحہ مطلق حلال ہی خواہ وہ خدا کا نام پکارے یا اقانیم ثلاثہ کا نام لے یا خاموش رہے " *